(قرآنی آیات، احادیث، حکایات، وارداتِ قلب)

ماں کے آنچل پہ شبنم ٹپکتی رہی



محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی

انجمن ضیاء طیبہ

ماں کے آنچل پہ شبنم ٹپکتی رہی

(قرآنی آیات، احادیث، حکایات، وارداتِ قلب)

ضیائی سلسلہ اشاعت	:	۹۴
نام کتاب	:	ماں کے آنچل پہ شبنم ٹپکتی رہی
مؤلف	:	محمد توفیق احسن برکاتی مصباحی
صفحات	:	۸۰
تعداد اشاعت	:	۱۱۰۰
سن اشاعت	:	ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ/ اکتوبر ۲۰۱۳ء
کمپوزنگ	:	محمد فرقان قادری
پروف ریڈنگ	:	محمد ندیم قادری
سرورق	:	محمد زبیر قادری
طباعت	:	
ہدیہ	:	
ناشر	:	ضیائی دارالاشاعت، انجمن ضیاءِ طیبہ

Anjuman Zia-e-Taiba
B-1, Shadman Appartments
Block 7-8,, Shabirabad Society,
KCHS, Near Bloch Pull Karachi.

انجمن ضیاءِ طیبہ
B-1، بلاک 7-8، شادمان اپارٹمنٹ،
شبیر آباد سوسائٹی، KCHS، کراچی۔

Ph: 92(21) 34320720, 34320721 Fax: 92(21)34893350
E-mail: info@ziaetaiba.com , Url: www.ziaetaiba.com

آئینۂ کتاب

آئینۂ کتاب

انتساب

رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُنَّ

جُملہ اُمّہاتُ المؤمِنین

کے نام

بصد خلوص و محبّت

ماں............!!

میری مشفقہ، محسنہ ماں!! ع

ابرِ رحمت تیری مرقد پر گہر باری کرے

تو نے میری پرورش و پرداخت، تعلیم و تربیت، تہذیب و تادیب میں کیا کچھ نہیں کیا...... مجھ جیسے ناتواں پودے کو توانائی و رعنائی عطا کرنے کے لیے اپنا خونِ جگر دیا...... شب و روز کا آرام بھلا دیا...... نیندیں قربان کیں......

ماں......!! وہ پودا توانا ہو چکا...... اس میں شاخیں نکل آئیں......اب پھل بھی آنے لگے......

لیکن......ماں! اب تم کہاں ہو؟ دیکھو......اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو، لو...... ماں!!.........تمہارا یہ فرزند بہ صد خلوص و محبت اس علمی و ادبی کاوش کو تمہارے حضور پیش کرتا ہے۔

ع گر قبول افتد زہے عزّ و شرف

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

سُخن ضیاءِ طیبہ

قبر کے ایک کتبے پہ لکھا دیکھا تھا:

سال بھر میں یا کبھی ہفتے میں جمعرات کو
زندگی بھر کا صِلہ اک فاتحہ مانگتی ہے ماں

آیاتِ قرآنِ مجید اور متعدد احادیثِ شریفہ سے ماں کے بلند مقام کا پتا چلتا ہے۔ جیسے خود ہمارے ماں باپ ہمیں پڑھ پڑھ کر سناتے تھے......اور سناتے ہیں، مگر افسوس کے ہم......!!!

''ماں'' کیا ہے......؟

وہ نام جس کے آنچل میں ہم نے لفظ ''اللہ اللہ'' رٹا۔

وہ نام جس کے قدموں میں ہماری بقا۔

وہ نام جس کا کوئی نعم البدل نہیں ہوا۔

وہ نام جس نے بے وجہ دی ہے ہمیشہ دعا۔

وہ نام جس نے ہمیں دیا پُر سکون سایا۔

وہ نام جس کو کہیں زندگی کا اہم نمونا۔

وہ نام............

کیا کیا کہا جائے...... نہ قلم میں سیاہی...... نہ زبان پر الفاظ......بس...... تین حرفی نام ''ماں'' ہی کافی ہے۔

بو علی سینا نے کہا:

''اپنی زندگی میں محبت کی اعلیٰ مثال میں نے تب دیکھی جب سیب چار تھے اور ہم پانچ، تب میری ماں نے کہا: مجھے سیب پسند ہی نہیں۔''

لفظ ''ماں'' کے سنتے ...... پڑھتے ...... لکھتے ...... ہی قلب کی کیفیت کس جہاں میں پہنچ جاتی ہے، اس کا اندازہ کسی شے سے کرنا ممکن نہیں۔

ہر شہر...... ہر محلّہ...... ہر گلی کوچے کے مکین، نافرمان اولاد والے افراد سے آشنا و واقف ہوتے ہیں اور ان کی زندگی کو دنیا ہی میں تماشہ بنتا بھی اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس تجربے سے ہر معاشرہ گزرتا ہے مگر افسوس سبق بہت کم لوگ سیکھتے ہیں۔

گویا معاشرے نے نوجوان و بزرگ دونوں کو ماں باپ سے قریب یا ماں باپ سے دور دیکھا ہے۔ تربیت کی کسر ماں باپ سے کبھی باقی نہیں رہی ہوگی یا پھر ہدایت کی توفیق اولاد نے نہ پائی ہوگی۔ اصلاح کے حوالے سے یہاں کسی سے کچھ کہا جائے تو سوائے ناکامی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

ایک بات جو یقیناً ہم نے دیکھی ہوگی مگر غور نہیں کیا وہ یہ کہ جتنے بھی ''ضعیف خانے'' (Old People's Home) ہیں ان میں جو عمر رسیدہ لوگ بھرتی کیے گئے وہ

یا تو ڈاکٹرز کے ماں باپ ہوں گے……

یا تو انجینئرز کے……

یا وکلا کے……

یا پروفیسرز وغیرہ کے……

کبھی بھی ہمیں کسی ''عالم'' کے ماں باپ ان سینٹرز میں ڈھونڈے سے بھی نہیں ملیں گے۔آخر کیوں……؟

اس کا جواب لکھنے سے پہلے آپ کا ذہن اس گتھّی کو سلجھا چکا ہو گا۔کسی کا ایک بیٹا ہو یا چار یا چھ کیا آج کے دور میں جہاں سب معاش کے پیچھے دوڑے پھرتے ہیں، کوئی دین کو سیکھنے آتا ہے؟ ایک عالم ہی پوری قوم کو بچاتا ہے اور عالم ہی کی موت کو عالَم کی موت کہا جاتا ہے۔

خیر بات کسی اور طرف نکل گئی۔

ہم تو صرف یہ ہی کہہ سکتے ہیں کہ

اب جس کا دل چاہے وہ پائے روشنی
ہم نے تو دل جلا کر سر راہ رکھ دیا

انجمن ضیائے طیبہ کی یہ ۹۴ ویں اشاعت یقیناً باذوق افراد کے لیے خوب ثابت ہو گی۔محترم مولانا توفیق احسن برکاتی مصباحی صاحب کی یہ تالیف نہایت شگفتہ وشائستہ تحریر کے ساتھ نوجوانوں کے لیے مشعلِ راہ ہے۔

اللہ تعالیٰ ان کے حسنِ قلم میں مزید نکھار عطا فرمائے۔

قارئین ! کتاب کا مطالعہ فرمائیں اور اپنی تجاویز و آرا سے نوازیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں دینِ متین کی خدمت کی توفیقِ رفیق بخشے، انجمن ضیائے طیبہ کو عروج ودوام سے نوازے اور اِس کے جملہ اراکین، بالخصوص بانیِ ادارۂ ہٰذا الحاج سیّد اللہ رکھا قادری ضیائی مُدَّظِلُّہٗ، کے علم وعمل اور مال ومتاع میں برکت عطا فرمائے۔

آمین

سیّد محمد مبشر قادری

انجمن ضیاءِ طیبہ

سراپا ماں کا

ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، ممبئی، ایم اے، پی۔ ایچ۔ ڈی۔

ماں......آہ! کتنی من موہنی

ان کا انگ انگ......گلاب کی پنکھڑیاں......نس نس......شہد کی تازہ نہریں

نفس نفس......مشک و عنبر کی شیشیاں......زلفیں......ساون کی گھٹائیں

پیشانی......قوسِ قزح......پلکیں......ممتا کی چھت و چھاؤں

دونوں آنکھیں...... پیار کے دو مٹکے......دونوں لب......بابِ کعبہ کے دونوں پٹ

زبان......مصری کی ڈلی......منہ......زم زم کا کنواں

دونوں ہاتھ......کعبۂ دل کے دوستون......ناخن......پہلی تاریخ کا ہلال

اور قدموں کے نیچے انگڑائی لیتی ہوئی جنت

غرض......ماں کا پیکر......قدرت کی انوکھی تخلیق

پھول سے زیادہ نازک......خوشبو سے زیادہ لطیف

مہ و انجم سے زیادہ جمیل......کہکشاں سے زیادہ حسین

ماں کا مرتبہ......ہمالیہ سے زیادہ اونچا......ماں کی عظمت......قطب مینار سے زیادہ بلند ماں کی خوشی......جنت کی ضمانت......ماں کی ناراضی......جہنم کی رسید

قرآن نے کہا: انہیں......'اف' نہ کہو......'اوہ' نہ کہو......'اونہہ' نہ کہو!

جوانو! ماں کو دل میں بساؤ......پلکوں پہ سجاؤ

توفیق احسنؔ کا والہانہ پن

معروف فکشن نگار، شاعرہ وادیبہ، محترمہ فاطمہ تاجؔ صاحبہ
حیدرآباد (آندھراپردیش)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

''پہلے مجھے پڑھو'' میں ماں کے وجود کا بھرپور منظرنامہ اور پھر ماں سے جدائی کا غم انگیز بیان پڑھ کر قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ توفیق احسنؔ نے شاعری ''ماں'' سے شروع کی ہے، ماں کے آگے اپنی فطری خاکساری کا اظہار اچھوتے انداز میں کیا ہے۔

''ماں'' کی ذات سے وابستگی، سانسوں میں بسی ماں کی خوشبو، خانۂ دل میں ماں کی بے پناہ محبت وشفقت، رگِ جاں میں رواں ماں کی عظمت کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے تشکر آمیز روشنائی میں ڈوبے ہوئے قلم کو مشعلِ حیات بنالیا۔

توفیق احسنؔ نے قرآنِ کریم اور احادیثِ نبوی سے استفادہ کرتے ہوئے نوجوانوں کو ماں کی اطاعت وحرمت کا پیغام دے کر اپنے خلق ہونے کے مقاصد کو منظوم کیا، بلاشبہ عملِ نیک ہے۔

فرزندِ خوش نصیب نے ماں کی اہمیت وعظمت کا اعتراف مختلف نظموں اور اشعار میں بے ساختگی سے کیا ہے، وارداتِ قلبی کے اظہار میں ذرا بھی تکلّف نہیں برتا۔ ’’ماں کے آنچل پہ شبنم ٹپکتی رہی‘‘ دنیائے ادب میں یہ مجموعہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔

خدا کرے، توفیق احسنؔ کی بات نئی نسل کو سمجھ میں آجائے، توفیق احسنؔ جیسے زندہ ضمیر، فرماں بردار، ماں سے والہانہ محبت کرنے والے، ماں کے رتبے کو سمجھنے والے سپوت کے لیے دلی مبارک باد اور دعائیں۔

خیر اندیش

فاطمہ تاجؔ (۲۶/جنوری ۲۰۱۰ء)

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا

مہتاب پیامی، مبارک پور، اعظم گڑھ، (اتر پردیش)

والدین کی اہمیت کس قدر ہے، یہ کہنے سننے کی کچھ حاجت نہیں۔ دنیا کا ہر مذہب اور ہر خیال وفکر کے لوگ ان کی عظمت اور قدر و منزلت کے قائل ہیں، حتی کہ مغرب کے مادر پدر آزاد معاشرے میں بھی (آج بھی)، اس کے باوجود کسی قدر ان کی عظمت برقرار ہے کہ عالمِ ضعیفی میں انھیں ''اولڈ کیئر سینٹر'' میں بھیج دیا جاتا ہے۔ اور رہا دینِ اسلام، تو دنیا میں حقوقِ انسانی کا سچا پاس دار یہی ہے۔ حقوق کو سب سے زیادہ اہمیت یہی دین دیتا ہے، خواہ وہ پڑوسی کے حقوق ہوں، زوجین کے حقوق ہوں، والدین کے حقوق ہوں یا اولاد کے، ان تمام حقوق کی تفسیر وتصریح اسلام میں موجود ہے۔ قرآن کی کثیر آیات میں ماں، باپ کے ساتھ بہتر سلوک کرنے کی بار بار تاکید آئی ہے اور حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لاتعداد فرمودات اس پر دال ہیں۔

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یارسول اللہ! والدین کا حق ان کی اولاد پر کیا ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ تمہارے جنت اور جہنم ہیں۔

ایک دوسری حدیث میں ہے:

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور کہا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنی ماں کو یمن سے اپنی پشت پر لاد کر حج کرایا، اسے اپنی پشت

پر لیے ہوئے طواف کیا، صفا و مروہ کے درمیان سعی کی، اسے لیے ہوئے عرفات گیا، پھر اسی حالت میں اسے لے کر مزدلفہ آیا اور منیٰ میں کنکری ماری۔ وہ نہایت ضعیف ہے، ذرا بھی حرکت نہیں کر سکتی، میں نے یہ سارے کام اسے اپنی پشت پر لے کر انجام دیے، تو کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہیں، اس کا حق ادا نہیں ہوا۔

اس شخص نے دریافت کیا: کیوں؟

فرمایا: اس لیے کہ اس نے تمھارے بچپن میں تمھارے لیے ساری صعوبتیں برداشت کیں، اس تمنّا کے ساتھ کہ تم زندہ رہو اور تم نے جو کچھ اس کے ساتھ کیا، اس حال میں کیا ہے کہ اس کے مرنے کی تمنّا رکھتے ہو۔

مسندِ احمد میں ہے کہ حضرت معاویہ بن جاہمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں جہاد میں شریک ہونا چاہتا ہوں، اس کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا تمھاری ماں موجود ہے؟

انھوں نے کہا: ہاں، وہ باحیات ہیں۔

رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم ان کی خدمت کرو، تمھاری جنت ان کے قدموں میں ہے۔

جس طرح والدین کی حیات میں اولاد پر ان کا حق ہوتا ہے، ویسے ہی دنیا سے گزر جانے کے بعد بھی اولاد پر ان کا حق برقرار رہتا ہے۔ اس سلسلے میں بیہقی، شعب الایمان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر کسی آدمی کے ماں

باپ دونوں انتقال کر جائیں اور یہ ان کی زندگی میں نافرمان رہا (پھر اس کو ہوش آجاتا ہے) تو برابر ان کے حق میں دعا کرتا رہے، ان کی بخشش کی استدعا کرتا رہے، تو اس شخص کو پروردگارِ عالم والدین کا فرماں بردار قرار دے کر نافرمانی کے وبال سے بچالے گا۔

اسی مضمون کی ایک دوسری حدیثِ پاک ترغیب وترہیب میں ابوداؤد، ابنِ ماجہ وابنِ حبان کے حوالے سے ہے:

حضرت ابواسید مالک ابنِ ربیعہ ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ کا ایک شخص آیا۔ اس نے پوچھا اے اللہ کے رسول! میرے والدین وفات پاچکے ہیں، تو کیا ان کا کوئی حق میرے ذمّے باقی رہ گیا ہے، جسے ادا کرنا چاہیے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں والدین کے مرنے کے بعد اولاد پر ان کا حق یہ ہے کہ ان کے لیے دعا واستغفار کرتا رہے، ان کی وصیتیں پوری کرے، ان سے تعلّق رکھنے والے رشتے داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور ماں باپ کے دوست واحباب کی عزّت اور خاطر داری کرے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن واحادیث میں کثیر مقامات پر والدین کی عظمت اور اولاد پر ان کے حقوق کا ذکر آیا ہے۔

اردو شاعری ان اعلیٰ اخلاقی قدروں کی امین رہی ہے، جن کی تاکید اسلام میں کی گئی، اخلاقیات کے حوالے سے اردو شاعری کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ بالخصوص والدین کی عزّت وعظمت اور ان کی محبت کے تذکرے اردو کے تقریباً تمام ہی شعرا کے یہاں نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہم بالخصوص ڈاکٹر اقبالؔ کا ذکر کرنا

چاہیں گے۔ آپ کی کلیات میں ایک طویل نظم بہ عنوان ''والدۂ مرحومہ کی یاد میں'' موجود ہے۔ ارفع و اعلیٰ فکر کی حامل یہ نظم شاہ کار کا درجہ رکھتی ہے۔ اس کے چیدہ چیدہ اشعار مندرجہ ذیل ہیں۔

تربیت سے تیری میں انجم کا ہم قسمت ہوا
گھر مرے اجداد کا سرمایۂ عزّت ہوا
دفترِ ہستی میں تھی زرّیں ورق تیری حیات
تھی سراپا دین و دنیا کا سبق تیری حیات
زندگانی تھی تری مہتاب سے تابندہ تر
خوب تر تھا صبح کے تارے سے بھی تیرا سفر
مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا
نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نو رستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

والدین کی محبت سے سرشار انفرادی اشعار تو اردو کے تقریباً ہر شاعر کے یہاں مل جاتے ہیں۔ یہاں اپنے ہی دو شعر نقل کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

سوت کے یہ تانے بانے بیش قیمت ہو گئے
ماں ترے اترن کو سمجھا میں نے مریم کا لباس
نظر کا ٹیکا لگایا یہ سوچ کر ماں نے
کہ میرے لختِ جگر کو بری نظر نہ لگے

زیرِ نظر کتاب ''ماں کے آنچل پہ شبنم ٹپکتی رہی'' محترم توفیق احسنؔ برکاتی صاحب کی کاوشوں کا ثمرہ ہے۔ اس میں انھوں نے قرآنی آیات، احادیث، آثار و احوالِ صحابہ و تابعین و بزرگانِ دین سے اعترافِ عظمتِ والدین کے نادر احکام، اقوال اور واقعات کو نظم کیا ہے۔ آپ کی یہ کوشش لائقِ تحسین ہے۔ زیرِ نظر کتاب کی تمام نظمیں میں نے بغور دیکھی ہیں اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ محترم توفیق احسنؔ صاحب شعر و سخن کے میدان میں بہت دور تک پہنچنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ خاص طور سے ان کی نظم ''بیٹی کا خط ماں کے نام'' نے مجھے بہت متاثر کیا اور بے اختیار اقبالؔ کی نظم ''ماں کا خواب'' یاد آ گئی۔ یہاں قصداً توفیق صاحب کا کوئی شعر نقل نہ کرتے ہوئے ''ماں کا خواب'' کے چند اشعار نذرِ قارئین ہیں۔

میں سوئی جو اک شب تو دیکھا یہ خواب
بڑھا اور جس سے مرا اضطراب
یہ دیکھا کہ میں جا رہی ہوں کہیں
اندھیرا ہے اور راہ ملتی نہیں
اسی سوچ میں تھی کہ میرا پسر
مجھے اس جماعت میں آیا نظر
کہا میں نے پہچان کر، میری جاں
مجھے چھوڑ کر آ گئے تم کہاں
جدائی میں رہتی ہوں میں بے قرار
پروتی ہوں ہر روز اشکوں کے ہار

جو بچے نے دیکھا مرا پیچ و تاب
دیا اس نے منہ پھیر کر یوں جواب
رلاتی ہے تجھ کو جدائی مری
نہیں اس میں کچھ بھی بھلائی مری

محترم توفیق احسنؔ برکاتی صاحب ممبئ کے ایک علمی ادارے میں درس و تدریس کے فرائض بخوبی انجام دے رہے ہیں، کئی کتابوں کے مصنّف ہیں، پُرگو اور پختہ کار شاعر ہیں۔ ان کی تخلیقی جولانیوں کا میدان بڑا وسیع اور متنوع ہے، ان کی سخن وری کے نقش بڑے جان دار اور تاب ناک ہیں، ان کے کلاسیکی مزاج نے فکر و احساس کی آمیزش سے ایک نئے تخلیقی رویے کی بنیاد رکھی ہے، جس میں رموز و علائم کی تازہ کاری بھی ہے اور ایک ایسی حکیمانہ نظر بھی، جو کم شعرا کے یہاں پائی جاتی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ ان کی شاعری سے نہ صرف ہماری نئی نسل مستفیض ہوگی، بلکہ عہدِ حاضر کے اربابِ نظر کو بھی توفیق صاحب کی یہ کاوش متاثر کرے گی اور ادبی حلقوں میں ''ماں کے آنچل پہ شبنم ٹپکتی رہی'' کی زبردست پذیرائی ہوگی اور سماج و معاشرے کی اصلاح کا کام ہوگا کہ ادبِ رفیع کا اوّلین مقصد یہی ہے۔

مہتاب پیامیؔ
کمپیوٹر ڈپارٹمنٹ جامعہ اشرفیہ، مبارک پور

پہلے مُجھے پڑھو!

’’ماں‘‘ کتنا پیارا لفظ ہے، اس میں کتنی لطافت و شگفتگی ہے، دلوں میں نئی جوت جگا دیتا ہے، کانوں میں رس گھول دیتا ہے، خیالات کو آئینہ بنا دیتا ہے، اس لفظ میں کس قدر اپنائیت ہے، شفقت و پیار کا ایک دریا سمٹا ہوا ہے، درد و سوز کا ایک جہان آباد ہے، واقعی ماں بڑا مقدّس و محترم وجود ہے، ماں کی ممتا میں طہارت و پاکیزگی ہوتی ہے، ماں کی محبت اور اظہارِ چاہت میں بناوٹ نہیں ہوتی، ماں کی ہر ادائیں دلوں کو چھو لینے والی ہیں، ماں کی پاکیزہ رنگت دلوں میں جگہ بنائے رہتی ہے، ماں کا پر رونق چہرہ نگاہوں میں بسا رہتا ہے، ماں کی زبان میں کتنی مٹھاس ہوا کرتی ہے، الفاظ کس قدر حلاوت بھرے نکلتے ہیں، موتیوں کی طرح چمکتے، دلوں میں اترتے، اور نور نور بنا ڈالتے ہیں۔

ماں کا نام سن کر خیالات کو نئی تازگی مل جاتی ہے، ماں کا وجود پا کر دلوں کو حوصلہ ملتا ہے، ماں کے جسم کا لمس پا کر ایک بچے کی تمام تکالیف یک لخت کافور ہو جاتی ہیں، ماں کی جھیل سی آنکھوں میں خوشی کی لہریں دیکھ کر روتا ہوا دل ہنس پڑتا ہے، ماں کے ہونٹوں پر تبسّم کے آبشار نظر آ جاتے ہیں تو غم و اندوہ کا سیلِ رواں تھم سا جاتا ہے، ماں کی مقدّس پیشانی پر چمکتے گہرے نشانات دیکھ کر غم گین چہرہ کھل کھلا اٹھتا ہے، ایسا کیوں نہ ہو؟ ماں، زخمی دلوں کا مرہمِ زنگار ہے، ماں، درد کا درماں ہے، ماں، مرض کا علاج ہے، ماں، خوشیوں کی سوغات ہے۔

ماں کتنا قیمتی وجود ہے، کتنا گراں قدر تحفہ ہے، کتنا عظیم انعام ہے، قرآن سے پوچھو، ماں باپ کا مقام کیا ہے؟ انہیں اف تک نہ کہو، انہیں جھڑکو نہیں، ان سے نرم گفتگو کرو، بڑھاپے میں ان کے لیے سہارا بنو، ان کی دعائیں بابِ اجابت کو بہت جلد چھو لیتی ہیں، ان کی مرضی میں اللہ عَزَّوَجَلَّ کی خوشی پوشیدہ ہے، ان کی ناراضی اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے، ماں اور باپ کے قدموں کا بوسہ تمہاری ہر کامیابی کی ضمانت ہے، ان کے دعائیہ کلمات تمہاری عزت و آبرو ہیں۔

نوجوانو!.........آگے بڑھو، ان کے قدم چوم لو، انہیں عزّت دو، ان کی خدمت کرو، ان کی دعا لو اور پھر اندازہ لگاؤ، تمہاری زندگی میں ضرور انقلاب آجائے گا، تمہاری روح کو ابدی تسکین مل جائے گی۔

پیاری بہنو!.....ان کے دامن سے لپٹ جاؤ، ان کی بانہوں میں سما جاؤ، ان کے آنچل کا سائبان کرلو، ان کے قدموں میں جھک جاؤ، دلوں میں جگہ بنالو، تمہارا قد بڑا ہوگا، تمہیں زندگی کی ہر خوشی مل جائے گی، تم آنکھوں کا تارا بن جاؤ گی، کوئی تمہارا حق نہ مارے گا، ہر کوئی عزّت دے گا، بہن، بھائی بھی، شوہر و ساس بھی، تمہاری دنیا و آخرت سنور جائے گی، تمہیں کنیز فاطمہ کی جماعت میں اٹھایا جائے گا، خاتونِ جنت حضرت فاطمہ زہرا سردارِ قافلہ ہوں گی، جنت کی سیر کرائیں گی، تب مزے ہی مزے ہوں گے۔

جوانو!..............ماں باپ کی بات مقدّم رکھو، ان کا حق پہلے ادا کرو، انہیں کمروں میں نظر بند نہ کردو، ان کا کھانا پینا الگ نہ کردو، ان کے ساتھ اجنبیوں جیسا سلوک نہ کرو، یہ گناہ کے کام ہیں، تمہیں بھی ان حالات کا سامنا کرنا ہے، اس لیے دھیان دو، تم بھی تو باپ بنو گے؟

پاکیزہ بہنو!..........نیا گھر بسا لینے کے بعد ماں باپ کو بھول نہ جاؤ، ان کی خبر گیری کرتی رہو۔ کبھی بھولے سے بھی شوہر کو اس کے والدین کے خلاف بھڑکاؤ نہیں، شوہر کے والدین بھی تمہارے ماں باپ ہیں، تمہیں بھی ایک دن ماں بننا ہے، خوب غور کرلو، عقلِ سلیم سے کام لو۔

ماں باپ بقیدِ حیات ہیں ان کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ برتو، بعدِ وفات بھی انہیں فراموش نہ کرو، ان کی روح کو ایصالِ ثواب کرتے رہو، اپنے محسن کو بھولا نہیں جاتا، دلوں میں بٹھایا جاتا ہے، آنکھوں میں سجایا جاتا ہے، ماں باپ تمہارے بہت بڑے محسن ہیں، تم ان کے ان گنت احسانات تلے دبے ہو، ان کا بدلہ تم نہیں چکا سکتے، ان کے احسان مند رہو۔

جب تک ماں باپ کا سایہ سروں پر باقی رہتا ہے، انسان خود کو تنہا محسوس نہیں کرتا، ان کے انتقال کے بعد بیوی، بچوں کے رہتے ہوئے بھی تنہائی کا شدید احساس ہوتا ہے، زندگی میں ایک خلا محسوس ہوتا ہے، ولادت سے لے کر بچپن، جوانی، تعلیم وتربیت، پرورش وپرداخت کے تمام مراحل میں ان کے احسانات ایک ایک کرکے احساس کی اسکرین پر نظر آنے لگتے ہیں، ان کی قربانیاں، ان کے انتظامات کتنے صبر آزما ہوا کرتے ہیں، خدارا! انہیں ہرگز نہ بھولو۔

سن دو ہزار میں جب راقم جامعہ عربیہ اظہار العلوم نیا بازار جہانگیر گنج میں جماعتِ رابعہ کا طالبِ علم تھا، ۲۳ رصفر المظفر ۱۴۲۱ھ/ ۲۷ رمئی ۲۰۰۰ء شبِ یک شنبہ کو والدۂ ماجدہ داغِ مفارقت دے گئیں۔ ابرِ رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے۔

(تفصیلی بیان یادداشت ''عظیم ماں کی یادوں کے تابندہ نقوش'' میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے)

والدہ کی جدائی کا یہ غم بڑا درد بھرا تھا، اب بھی یہ درد برابر میرے پیچھے لگا ہوا ہے۔

سن دو ہزار چھ میں جب شعبہ تحقیق فی الفقہ کا دو سالہ کورس عربی یونیورسٹی اشرفیہ مبارک پور میں پایۂ تکمیل کو پہنچا تو اساتذۂ کرام بالخصوص استاذی الجلیل محقّقِ مسائلِ جدیدہ مفتی محمد نظام الدین رضوی دَامَ ظِلُّہُ النُّوْرَانِیّ نے خصوصی توجّہات اور اعتماد کے ساتھ میدانِ عمل میں اتار دیا، ان کی دعاؤں نے اسی سال عروس البلاد پہنچا دیا۔ تب سے اب تک ممبئی میں ہی میں درس وتدریس، شعروشاعری، مضمون نویسی اور تصنیف وتالیف میں ہمہ دم مصروف ہوں۔ تحریر وقلم کا شوق تو یونیورسٹی کے ادبی ماحول اور اساتذہ واحباب کی صحبتوں نے عطا کیا تھا، مگر اس میں نکھار اس وقت آیا جب میدانِ عمل میں اترا، یہ میری حیات کا ایک حیرت انگیز پہلو ہے۔ امامت وخطابت بھی مشاغل میں شامل ہے، پندرہ مارچ دو ہزار نو کو رشتۂ ازدواج میں منسلک ہوا۔ واپسی پر عظیم ماں کی یادوں کے وہ تابندہ نقوش جو ذہن وفکر میں تازہ تھے، وہ پوری یادداشت صفحۂ قرطاس پر بکھیر دی کہ کچھ تو غم ہلکا ہو۔ قارئین سے گزارش ہے کہ اسے ایک دردمند دل لے کر توجّہ سے پڑھیں اور اس کے مندرجات سے جھانکتے ہوئے اسباق ذہن نشیں رکھیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

دوبارہ مئی میں گھر جانا ہوا، واپسی میں اہلیۂ محترمہ بھی ساتھ آئیں، چند دنوں بعد حضور غوثِ اعظم اور والدہ کی نصیحت وموعظت کے حوالے سے ایک طویل نظم قلم نے لکھ ڈالی، تاریخ تھی، ۲۳/جون ۲۰۰۹ء بروز چہار شنبہ، پھر ماں کے موضوع پر یکے بعد دیگرے کئی نظمیں وجود میں آئیں، یہ سلسلہ نو جولائی ۲۰۰۹ء تک چلا، سب سے

آخری نظم سترہ نومبر ۲۰۰۹ء کو لکھی گئی، اب ماں کے موضوع پر اچھا خاصا شعری سرمایہ جمع ہو گیا، میں اس پورے سرمایے کو اپنے مخلص قارئین کے مطالعے کی میز پر سجا دینے میں کافی خوشی محسوس کر رہا ہوں، اس سے جہاں ایک عورت کو ماں کا کردار اپنانے کا شعور ملے گا، وہیں ایک فرزند کو ماں کا مقام و مرتبہ معلوم ہوگا، اور ماں، باپ کے جملہ حقوق کی ادائیگی کا جذبہ بیدار ہوگا۔

کتاب کے اخیر میں موبائل کے درست استعمال نے علامہ قمر الزماں خاں اعظمی (لندن) کی ایک تقریر کو تحریری پیراہن پہنا دیا، جو کتاب کے موضوع سے کافی ہم آہنگ ہے اور اصلاحِ اعمال کے حسن سے آراستہ بھی، ترتیب اور قدرے ترمیم کے بعد شاملِ کتاب ہے، جس کا عنوان، ''تشکیلِ معاشرہ میں عورت کا کردار'' بھی ہو سکتا ہے، ''تبلیغِ دین میں خواتین کا رول'' بھی۔ لیکن اکثر مندرجات کو نظر میں رکھتے ہوئے ''تربیتِ اولاد میں ماں کا کردار'' زیادہ موزوں لگا، اس لیے مذکورہ تقریر کو یہ نام دے کر شاملِ کتاب کر لیا گیا۔

محترم قارئین! اس کتاب میں قرآنِ عظیم کی جن آیات کی ترجمانی کی گئی ہے، جو احادیث درج ہیں، یا جو حکایت جس کتاب سے اخذ کی گئی ہے، اس سب کا حوالہ بھی ذیل میں لکھ دیا گیا ہے، تا کہ مزید تحقیق کے لیے ان مراجع تک رسائی حاصل کی جا سکے۔

دو سو بیاسی اشعار پر مشتمل اس پوری کتاب کی ترتیب کے دوران پہلا مصرع جو ذہن و فکر کی اسکرین پر نمودار ہوا اور قلم کے ذریعے صفحۂ قرطاسِ ابیض پر جلوہ بار رہا، وہ تھا ''ماں کے آنچل پہ شبنم ٹپکتی رہی''۔ چوں کہ یہ مصرع اپنی وسعتِ معانی کے اعتبار

سے کتاب میں شامل تمام نظموں کے مضامین کو محیط معلوم ہوا، اس لیے یہ نام منتخب کرنے میں میں حق بجانب ہوں۔

اخیر میں ہدیۂ تشکر و امتنان پیش کرتا ہوں جناب مہتاب پیامؔی صاحب اور محترمہ فاطمہ تاؔج صاحبہ کی جناب میں، جنھوں نے بھرپور توجّہ کے ساتھ کتاب کا مسوّدہ پڑھا، اصلاح کی، زبان و بیان کی اغلاط کی نشان دہی کی اور میری گزارش پر اپنے تاثرات قلم بند کر کے روانہ کیے۔

یہ کتاب محبِّ گرامی مولانا محمد عبدالرب مصباحی کے مالی تعاون سے ان کی والدۂ مرحومہ کے ایصالِ ثواب کی غرض سے شائع کی گئی ہے، قارئین سے گزارش ہے کہ ان کے لیے اور میری والدۂ ماجدہ مرحومہ کے لیے ضرور دعائے مغفرت کریں۔

توفیق احسن (ممبئی)

(۲۸/جنوری ۲۰۱۰ء)

ماں، باپ اور آیاتِ قرآنیہ

"اب ہدایت کی خاطر یہ قرآن ہے"
اس میں موجود خالق کا فرمان ہے
باپ کا، ماں کا تم پہ جو احسان ہے
اس کا بدلہ چکانا کیا آسان ہے؟
کس قدر بھولا بھالا یہ انسان ہے
اس لیے اپنے دل میں پریشان ہے
"پیاری آیت بتاتی ہے دل سے سنو
صرف رب کے لیے آپ سجدہ کرو"
"بس وہی ساری دنیا کا معبود ہے
اس لیے وہ حقیقت میں مسجود ہے"
"تم پہ لازم ہے رب کی عبادت کرو
اپنے ماں باپ کی خوب عزّت کرو"
ہر گھڑی ان کی دل سے اطاعت کرو
دور ہر ایک ان سے مصیبت کرو
"بھول کر ان کے احساں نہ رہنا کبھی
ان کو اُف تک بھی ہر گز نہ کہنا کبھی"

”جب بڑھاپے کو پہنچیں تو جھڑکو نہ تم
ان کے احکام سے منہ بھی موڑو نہ تم“
”ان سے ہر وقت نرمی کی باتیں کرو
پاس میں ان کے دن اور راتیں کرو“
”رب کے قرآن کی بس یہ تاکید ہے
تارکِ حکم کی خوب تہدید ہے“

ماں، باپ اور احادیثِ نبویہ

میرے آقا کا فرمان ہے زندگی
اس میں موجود ہے دو جہاں کی خوشی
جس سے دنیا نے پائی نئی روشنی
زندگی، جس میں ہے مستمر بندگی
ان کا فرمان تو رب کا فرمان ہے
کس قدر صاف کہتا یہ قرآن ہے
”اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ“ کا اعلان ہے
اس پہ ہر اک مسلماں کا ایمان ہے
”اسوۂ مصطفیٰ زندگی کا سبق
صاف ہے ان کی سیرت کا ہر اک ورق“

ان سے باقی ہے ہر زندگی کی رمق
دیکھ کر ان کو منہ موڑتی ہے شفق
ان کو رب نے بنایا بڑا لاجواب
سارے عالم میں ان کا کیا انتخاب
زندگی ان کی دیکھو ہے روشن کتاب
نام میں ان کے رب نے ہے رکھا ثواب
ان کے ہاتھوں میں رکھا حساب و کتاب
ان کی ہر ہر گھڑی زندگی کا نصاب
آپ نے حق کو واضح کیا لازوال
روبرو حق کے باطل کی ہے کیا مجال!
ذات ماں کی جہاں میں ہے سچا وجود
جس سے جنت میں ہوگا ہمارا ورود
''ماں کے قدموں تلے رب نے جنت رکھی
ماں کی ممتا بقا کی ضمانت بنی''
مرتبہ ایک عورت کو کیا مل گیا
رب کی جنت کا جس سے پتا مل گیا
دینِ اسلام نے بخش دیں عزّتیں
بچیاں بن گئیں برکتیں، رحمتیں
پورے عالم میں اسلام ممتاز ہے
پیارے سرکار کے دیں کا اعجاز ہے

میرے سرکار کا حکم تم مان لو
ماں کے قدموں تلے زندگی ڈھونڈ لو
''حق تعالیٰ کی مرضی تو مل جائے گی
باپ ماں کی رضا اور خوشی مل گئی''
''رب تعالیٰ کی لعنت ہے اس شخص پر
بات ماں باپ کی جو نہ مانے اگر''
''اس پہ لعنت ہے اللہ کی جان لو!
گالی دیتا ہے جو اپنے ماں باپ کو''
''جس کا اچھا رویہ ہے ماں باپ سے
وہ بچاتا ہے اپنے کو اک پاپ سے''
''عمر بڑھتی ہے اس کی اسی کام سے
اپنا دامن وہ بھرتا ہے انعام سے''

والدین کی زیارت

جو دیکھے گا ماں باپ کو ایک لمحہ
وہ حج اور عمرہ کا پائے گا بدلہ
اگرچہ وہ دن میں کئی بار دیکھے
تو ہر بار ایسا ہی بدلہ وہ پائے

(روح البیان، ص ۱۲۱/۸)

ماں باپ کی خدمت یا جہاد؟

بیاں کی صحابی نے اپنی حکایت
مرے دل میں موجود تھی ایک چاہت
گیا بارگاہِ نبی میں میں اک دن
لٹاؤں گا اللہ کی راہ میں تن
مِرے مصطفٰی نے فقط اتنا پوچھا
ترے باپ اور ماں ہیں دنیا میں زندہ؟

زباں سے کیا عرض: ہاں، میرے آقا!
تو ان کی طرف سے یہ ارشاد آیا
تم ان کی ہی خدمت کو لازم پکڑ لو
کہ ان کے قدم میں ہے جنت یہ سمجھو

(جامع الاحادیث، ص۱۹۸/۳)

والدین کی قبروں کی زیارت

زیارت جو کرتا ہے قبروں کی جاکر
سناتا ہے روحوں کو یٰسین پڑھ کر
جو ہر اک جمعہ کو عمل یہ کرے گا
خدا اس کو بخشش کا انعام دے گا
ہر اک حرف کے بدلے پائے گا بخشش
جلائے گی اس کو نہ دوزخ کی آتش
روایت ہے صدّیقِ اکبر کی سن لو
زیارت کا یہ درس لازم پکڑلو

(جامع الاحادیث، ۲۱۰/۳)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حلیمہ سعدیہ

نبی تشریف فرما ہیں رجالِ کہکشانی میں
کہ جیسے چاند کا مکھڑا فضائے آسمانی میں
ہر اک چہرہ ہے محفل کا بھلا کس شان سے روشن
جمالِ یار اور حسنِ نبی کا خوب ہے درپن
صحابہ کے رخِ روشن کی تابانی کا کیا کہنا!
ہدایت کے لیے اس جلوہ سامانی کا کیا کہنا!
یہ محفل رحمت و انوارِ ربّانی کا جلوہ تھی
حبیبِ کبریا کی موعظت کا ایک لمحہ تھی
اچانک اک ضعیفہ پر نگاہیں سب کی جا پہنچیں
وہ چل کر سرورِ عالم کے بالکل پاس آ پہنچیں
سر و قد سرور عالم کھڑے عزّت بجائے لائے
یہ وہ تعظیم تھی کیسے جواب اس کا کوئی لائے!
نبیِ پاک نے ان پر سلامِ اکرمی بھیجا
دوشالہ اپنے شانے سے اٹھا کر فوری پھیلایا

یہاں تشریف رکھیں آپ، یہ آقا نے فرمایا
صحابہ محوِ حیرت تھے جو یوں سرکار کو دیکھا
وہ بیٹھیں جب تلک، سرکار کی ان پر توجّہ تھی
نبی نے اس طرح تعظیم ان کی خوب فرمائی
وداع جب کر دیا، اصحاب نے پوچھا مِرے آقا
معمّا اس ضعیفہ کا نہ اپنی فہم میں آیا
رسول اللہ نے ہنس کر صحابہ سے یہ فرمایا
یہ میری دودھ کی ماں تھیں جنہوں نے مجھ کو ہے پالا
لگا لو دل سے اے لوگو نبی کی سنّتِ اعلیٰ
ادب ہے کس طرح کا اک رضاعی ماں کے قدموں کا
سبق ملتا ہے ہم کو اس حدیثِ پاک سے کیسا
نبیِّ محترم نے ماں کا بتلایا ہے یہ رتبہ
یقیناً ماں کی عزّت اپنی عزّت سے بھی اعلیٰ ہے
چھپی ماں کی محبت میں رضائے رب تعالیٰ ہے

(مشکوٰۃ شریف، ص۴۲۰)

ماں کے ساتھ حسنِ سلوک کا اجر

حدیثِ پاک میں سرکار نے اک روز فرمایا
ہمارے باپ، ماں کا مرتبہ اس طرح سمجھایا
کہ اک چرواہا تھا جو صبح کو جنگل میں جاتا تھا
وہاں پر شام تک وہ بکریاں اپنی چَراتا تھا
پہنچ کر سب سے پہلے والدہ کو دودھ دیتا تھا
پھر اس کے بعد اپنے چھوٹے بچوں کو پلاتا تھا
یہ اس کا روز کا معمول تھا ایسا ہی کرتا تھا
اسے ماں کی دعاؤں کا ہمیشہ ساتھ رہتا تھا
گیا اک روز کافی دور اپنی بکریاں لے کر
بہت ہی رات کو پہنچا وہ اس دن واقعی گھر پر
جو دیکھا اپنی ماں کو، سوگئی تھیں دیر آنے پر
کٹورا دودھ کا لے کر وہ شب بھر تھا سرہانے پر
بلکتے روتے اس کے ننّھے بچے سوگئے بھوکے
دیا نہ ماں سے پہلے ان کو تھوڑا دودھ بھی پینے
پھنسا اک روز وہ بندہ خدا کا غار کے اندر
کوئی صورت نہ پائی اس نے جس سے آسکے باہر

خدا کی بارگہ میں اس عمل کا واسطہ دے کر
دعا کی تو نظر آیا اسے کچھ آسماں باہر
اماں اس غار سے پائی، عمل تھا نیک جو اس کا
مرے سرکار نے اس واقعے سے ہم کو سمجھایا
خدا نے ماں کی خدمت کا صلہ یوں اس کو ہے بخشا
مصیبت میں اسے خدمت کا یہ انداز کام آیا

(بخاری شریف، کتاب الادب، جلدِ دوم، ص۸۸۳)

ماں کا سایہ اور حضرت موسیٰ

روایت ہے بڑی عمدہ سنو دل کی سماعت سے
اٹھاتی ہے جو اک پردہ تمہاری ماں کی عظمت سے
کلیم اللہ کوہ طور پر آتے تھے جاتے تھے
خدائے پاک سے باتیں وہیں پر جا کے کرتے تھے
ہوا جب ایک دن موسیٰ کا کوہِ طور پر جانا
کہا اللہ نے: محتاط ہو کر اب قدم رکھنا
ابھی تک والدہ کا آپ پر سایہ تھا تابندہ
دعائیں شاملِ ہر حال تھیں ان کی ہر اک لمحہ

اب وہ سایہ نہیں باقی رہا تو لازمی سمجھو
بہت محتاط ہوکر باادب یہ راستہ ناپو

(مواعظِ نعیمیہ، حصّہ سوم، ص۴۴۲)

میں نے والدہ کے پاؤں چومے

ابو اسحاق سے اک روز اک انسان نے پوچھا
فلاں شب آپ کو میں نے جو اپنے خواب میں دیکھا
زمرّد اور یاقوت و جواہر سے سجی داڑھی
چمکتی تھی وہ مثلِ چاندنی اور رخ تھا نورانی
مجھے تعبیر میرے خواب کی بتلایئے آقا
مجھے اپنا معمّا آپ ہی سمجھایئے آقا
تڑپ دیکھی جو اس انسان کی تو شیخ بول اٹھے
چمکتی داڑھیوں کا راز وہ یوں بر زباں لائے
سبب اس کا بتاتا ہوں اے انساں! غور سے سن لے
اسی شب میں نے اپنی والدہ کے پاؤں تھے چومے

(نزہۃ المجالس، ۱/۲۳۶)

حضرت موسیٰ کا جنّتی رفیق

کیا عرض موسیٰ نے رَبُّ الْعُلیٰ سے
مجھے میرا جنت کا ساتھی دکھا دے
تو رب کی طرف سے یہ ارشاد آیا
فلاں شہر کا ایک قصّاب ہوگا
کلیم الٰہی چلے اس سے ملنے
ملے تو لگا آپ حضرت سے کہنے
مِری آرزو ہے بنیں آپ مہماں
مِرا گھر بنے رحمتوں کا گلستاں
چلے اس کی دعوت پہ رب کے پیمبر
لگا یا تھا کھانا وہ دولت کدے پر
اسے کھانا کھاتے ہوئے دیکھتے تھے
مگر محوِ حیرت تھے اور سوچتے تھے
اٹھاتا تھا اک لقمہ اپنے لیے وہ
گراتا تھا دو لقمے زنبیل میں وہ
اسی درمیاں اس کا دروازہ کھٹکا
اس آواز پر نوجواں اٹھ کے بھاگا

خدا کے پیمبر نے زنبیل دیکھی
دو لقمے گرانے کی تاویل چاہی
نہایت ہی کمزور حالت میں دیکھا
پڑے تھے وہاں ایک بوڑھی و بوڑھا
تبسّم سے دونوں نے موسیٰ کو دیکھا
اور ایمان لا کر کے دل اپنا دھویا
پلٹ کر جواں جب قریب ان کے آیا
تو باپ اور ماں کو وہاں فوت پایا
لبوں پر تبسم کی خوشبو سجا کر
نبی کی رسالت پہ ایمان لا کر
جگایا تھا خدمت سے اپنا مقدر
بنایا تھا جنت میں اپنے لیے گھر
تعجب سے موسیٰ نے فوراً ہی پوچھا
اے قصّاب! میں ہوں نبی یہ پتا تھا؟
مرے باپ ماں جو بڑے ناتواں تھے
مگر میرے سر پہ وہ سایہ کناں تھے
انہیں میں اکیلا نہیں چھوڑتا تھا
ہمیشہ انہیں اپنے ہم راہ رکھتا
میں پہلے کبھی بھی نہیں کھانا کھاتا
کہ جب تک نہ ان دونوں کو میں کھلاتا

شکم سیر ہوتے دعا رب سے کرتے
کہ بیٹے کو موسیٰ کا ساتھی بنا دے
الٰہی! زیارت نہ ہم کرلیں جب تک
بنے موت ہمدم ہماری نہ تب تک
دعا میرے ماں باپ کرتے تھے ہر دم
میں رہتا تھا اس سے بہت خوش و خرّم
کہا اے جواں! یہ بشارت ہے سن لو
اِسی کام سے رب نے بھیجا ہے مجھ کو

(نزہۃ المجالس، ۱/۲۳۶)

ماں کی نصیحت اور غوثِ اعظم

ماں کے آنچل پہ شبنم ٹپکتی رہی
جھیل سی آنکھ اس دم برستی رہی
مرغِ بسمل کے جیسی تڑپتی رہی
اپنے مولیٰ سے فریاد کرتی رہی
اپنے بیٹے کی فرقت سہے کس طرح
اپنے گھر میں اکیلی رہے کس طرح

اس کے دل کو تسلّی ملے کس طرح
اس کے آنچل سے شبنم ہٹے کس طرح
اس نے بچے کو گھر سے روانہ کیا
رحمتِ حق نے اچھا بہانہ کیا
جس نے ہر بات بچپن سے مانا کیا
اپنی ماں کے لیے اک زمانہ کیا
اپنی ماں سے نصیحت کا توشہ لیا
اور سچ بولنے کا بھی وعدہ لیا
اپنی ماں کی عنایت کا تمغہ لیا
رب سے فریاد کرنے کا نغمہ لیا
چل پڑا قافلے کی معیت میں وہ
علمِ دیں کی طلب اور چاہت میں وہ
قابلِ رشک تھا حسنِ عادت میں وہ
بااثر، باحیا تھا طبیعت میں وہ
ماں کی ساری نصیحت اسے یاد تھی
کامیابی کی عمدہ جو بنیاد تھی
کس قدر درد انگیز فریاد تھی
اور طبیعت دعا سے بڑی شاد تھی
راستے میں گھنا ایک جنگل ملا
قافلے کو وہاں پر اترنا پڑا

رہزنوں نے اچانک ہی حملہ کیا
لوٹ کر ساری دولت پریشاں کیا
ایک بچے کو دیکھا جو تنہا کھڑا
چل کے رہزن بہت ہی قریب آگیا
پاس میں تیرے کچھ ہے تو جلدی بتا
ہم ہیں رہزن، بھلا ہم کو سمجھا ہے کیا
بات سچی تھی جو راہ زن سے کہی
میری گدڑی میں رکھی ہے کچھ اشرفی
اس کی یہ بات رہزن کو اچھی لگی
یہ زباں دل کو کیسے بھلا چھو گئی
سب نے بچے کے ہاتھوں پہ توبہ کیا
ساری دولت کو فوراً ہی لوٹا دیا
قافلے والے حیرت میں کیوں نہ پڑیں
پیارے بچے کو آنکھوں میں کیوں نہ رکھیں
یہ تو ماں کی نصیحت کا اعجاز ہے
ایسے فرزند پر کس قدر ناز ہے
اس کو رب نے کیا اولیا کا امام
تا قیامت رہے گا درخشندہ نام
ماں کے آنچل کی اس نے رکھی لاج ہے
اس کو کیسا ملا جنّتی تاج ہے

ماں کے قدموں تلے رب کی جنت ملی
رب کے دربار میں خوب عزّت ملی
علمِ دیں کی بڑی شان و شوکت ملی
اولیا کی، قطب کی امامت ملی
عبدِ قادر تھا نام اس کا احسؔن کہو
اپنے جذبات پر خوب قابو رکھو
اس لیے سچ کہو زندگی پاؤ گے
غوث کے صدقے جنت چلے جاؤ گے
بعد مرنے کے تم ورنہ پچھتاؤ گے
پھر نہ دنیا میں واپس کبھی آؤ گے
ماں کی عمدہ نصیحت پہ کرلیں عمل
ہم کو دونوں جہاں میں ملے اس کا پھل

بایزید بسطامی اور ان کی والدہ

(۱)

سنو اے مومنو! یہ واقعہ دل کی سماعت سے
ملا ہے مرتبہ اعلیٰ انہیں اک ماں کی خدمت سے
ولی اللہ بسطامی سے پوچھا یہ کسی نے تھا
خدا نے آپ کو یہ مرتبہ کس کام سے بخشا
انہوں نے ماں کی خدمت کا کیا یوں تذکرہ عمدہ
میں اپنی ماں کی ہر ممکن طرح خدمت بجا لاتا
تھا موسم سردیوں کا اور ٹھنڈک تھی بہت زیادہ
کہ اک شب ماں نے اپنے واسطے پانی تھا منگوایا
مری ماں سوچکی تھیں پاس جب پانی لیے پہنچا
جگانا ان کو ان کی نیند سے مجھ کو نہیں بھایا
میں ان کی آنکھ کھلنے کو کھڑا تھا منتظر ایسا
مری ماں جب ہوئیں بیدار، یوں مجھ کو کھڑا دیکھا
پیالہ ان کے ہاتھوں میں تھمایا تھا کہ اک قطرہ
گرا انگلی پہ میری اور فوراً جم گیا ویسا

اکھیڑا جب اسے انگشت کی چھڑی اتر آئی
مِری ماں کو مِری انگلی کی یہ حالت نظر آئی
مِری ماں نے مجھے بانہوں میں لے کر ماجرا پوچھا
کیا جب حال سے آگاہ تو ان کی زباں پر تھا
خدایا! میرے بیٹے سے تو راضی ہو کہ میں خوش ہوں
میں اپنی ماں کی اس عمدہ دعا پر آج بھی خوش ہوں

بایزید بسطامی اوران کی والدہ

﴿۲﴾

یہ میرا واقعہ ہے والدہ نے مجھ کو بلوایا
سلایا اپنے بستر پر مجھے اور دل کو بہلایا
بطورِ تکیہ اپنا ہاتھ میں نے رکھ دیا نیچے
خلل آرام میں آئے ہٹایا ہاتھ نہ سر سے
مرا وہ ہاتھ ماں کے سر کے نیچے ہوگیا سن سا
ادب ملحوظ تھا میں نے ہٹایا ہاتھ نہ اپنا
وظیفہ سورۂ اخلاص کا کرتا رہا شب بھر
خدا کی رحمتوں کی تن گئی تھی سر پہ اک چادر

میں اپنی زندگی میں لے نہ پایا ہاتھ سے کچھ کام
مگر مجھ کو ملا ہے ماں کی خدمت سے بڑا انعام
کسی نے آپ کو اک روز کچھ یوں خواب میں دیکھا
ٹہلتے ہیں وہ جنت میں زباں پر نام ہے رب کا
مقام اتنا بلند اے بایزید کس طرح سے پایا
کہا ماں باپ کی خدمت گزاری کا ہے یہ صدقہ

(دلیل العارفین، ص ۲۰ رنزہۃ المجالس ۱/۲۳۱)

فقیہ مخدوم علی مہائمی اور ماں کی دعا

وہ علم و معرفت کا جام پی کر مست رہتا تھا
مگر تشنہ لبی کا زور اب بھی شور کرتا تھا
اسے ماں کی دعاؤں سے ملا تھا خضر سا استاد
اسے ہر وقت آقا کی محبت کا سبق تھا یاد
وہ اپنی ماں کی خدمت میں بڑا ہی نام رکھتا تھا
جبھی تو فضلِ مولیٰ سے ہر اک انعام رکھتا تھا
اسے شوقِ طلب علمِ نبی کا رنگ حاصل تھا
جبھی تو علم میں اور خدمتِ دیں میں وہ کامل تھا

وہ اپنے وقت کا کامل ولی اور برگزیدہ تھا
خدا کے بندگانِ معرفت میں وہ چنندہ تھا
مگر یہ مرتبہ اس کو بھلا حاصل ہوا کیسے؟
وہ علم و معرفت اور عشق میں کامل ہوا کیسے؟
وہ اپنی ماں کی خدمت میں لگا رہتا تھا ہر لمحے
جبھی تو مرتبے اس طرح عالی اس نے تھے پائے
سناتا ہوں میں اس کا واقعہ اک روز کا لوگو!
سنو اور دل کی تختی پر یہ پورا واقعہ لکھ لو
عشا پڑھ کر جو اس کی والدہ بستر پہ لیٹی تھیں
انہیں کچھ پیاس کا احساس تھا بیٹے سے بولی تھیں
مرے بیٹے مجھے پانی کی چاہت ہے ذرا لاؤ
خدا کی بارگہ میں اس کا تم بہتر صلہ پاؤ
کٹورا لے کے پہنچا، والدہ کو نیند میں پایا
اٹھانا نیند سے سوئے ادب مخدوم نے جانا
کٹورا لے کے شب بھر منتظر تھا ماں کے اٹھنے کا
اسی عالم میں اس نے صبحِ صادق کا سماں دیکھا
کھلی جب آنکھ ماں کی، اپنے بیٹے کو کھڑا پایا
مرے بیٹے یہاں کب سے کھڑے ہو آپ نے پوچھا
کہا مخدوم نے پانی جو تم نے رات مانگا تھا
کٹورا لے کے جب پہنچا تمھیں بستر پہ پایا تھا

تمہیں بیدار کر دوں یہ گوارا کر نہیں پایا
پسند آیا مجھے یوں رات بھر ایسے کھڑے رہنا
سعادت مند بیٹے کا سنا جب ماجرا ماں نے
وضو فوراً کیا اور اس کے حق میں کی دعا ماں نے
مِرا فرزند پائے یا خدا ہر درجۂ اعلیٰ
علومِ ظاہری اور باطنی میں ہو بہت اونچا
دعا ماں کی لگی اللہ نے یہ مرتبہ بخشا
ولایت مل گئی مخدوم نے عمدہ صلہ پایا

(ماہ نامہ پیغامِ شافعی کوکن، جولائی ۲۰۰۹ء، ص ۳۵)

بیٹی کا خط ماں کے نام

ماں کے آنچل پہ نمی دیکھ کر رو پڑتی تھی
اس گھڑی ماں مجھے بانہوں میں اٹھا لیتی تھی
تیرے احسان کا بدلہ میں اتاروں کیسے؟
اس جدائی کی سحر، شام گزاروں کیسے؟
درد ہوتا تو ترے پاؤں دبا دیتی تھی
پیار سے تو مجھے سینے سے لگا لیتی تھی

پاس میں اپنے مجھے تو جو سلا لیتی تھی
وقت پر مجھ کو محبت سے جگا دیتی تھی
ماں! وہ دن یاد ہے جب تو نے مجھے چوما تھا
تیری شفقت کا وہ انداز بڑا عمدہ تھا
ماں! تِری آنکھ میں آنسو تھے خوشی کے بولو!
میرے خوابوں میں ذرا آکے زباں تو کھولو!
تیری باتوں میں عجب پیار نظر آتا تھا
میرے جذبات میں جو رنگ نیا لاتا تھا
میرے روتے ہوئے چہرے کو چمک ملتی تھی
تیرے آنگن میں مِرے دل کی کلی کھلتی تھی
تیری باتوں نے سکھایا ہے محبت کا سبق
تیری عادت نے مجھے بخشا ہے چاہت کا سبق
کتنی پیاری تھی شب و روز کی ساعت مجھ کو
ملتی تھی تیری محبت و عنایت مجھ کو
میرے چہرے پہ اگر تو نے کبھی غم دیکھا
میں نے آنکھوں کو تِری اس گھڑی پرنم دیکھا
کتنا خوش رنگ تھا ماں تیری محبت کا گلاب
کیسے لائے گا کوئی ایسی عنایت کا جواب؟
کتنے ارمان سے تو نے مجھے پالا پوسا
دیں کی تعلیم سے، توصیف سے آگاہ کیا

روٹھنے پر مجھے کس طرح سے تھا سمجھایا
میں نے اس وقت دھڑکتا ہوا اک دل پایا
کتنا اچھا تھا تِرے پیار کا درپن، امّاں!
تیری ممتا کا، شرافت کا وہ گلشن، امّاں!
جب بھی آتی تھی مِری پیاری سہیلی ملنے
تو بھی ہم دونوں کو لگتی تھی نصیحت کرنے
جب بھی ہوتی تھی اذاں حکم تِرا ہوتا تھا
تیرا اخلاص بھی اس وقت چھپا ہوتا تھا
تیرے گلشن میں چہکنا مجھے اچھا لگتا
مجھ کو خوش دیکھ کے ہنسنا تجھے اچھا لگتا
میں نے بچپن میں، جوانی میں نظافت دیکھی
میرے رشتے کے لیے تیری وہ محنت دیکھی
تونے کس شان سے ڈھونڈا تھا مِرا ہم رشتہ
تونے پہنایا مجھے شرم و حیا کا جوڑا
میری شادی کے لیے تونے وہ محنت کی تھی
زندگی کے لیے کیا عمدہ نصیحت کی تھی
ماں! مجھے یاد ہے وہ ساری نصیحت اب تک
مطمئن اس لیے ہے میری طبیعت اب تک
میری ڈولی کو بہت دور تلک پہنچایا
میرے گالوں کو بہت دیر تلک سہلایا

میرے آنچل کو پکڑ کر جو دعائیں کی تھیں
زندگی میں مجھے اللہ نے خوشیاں بخشیں
میں نے اس وقت بھی آنچل پہ نمی دیکھی تھی
ماں! ترے پاس میں بیٹی کی کمی دیکھی تھی

معذرت خواہ ہوں اے ماں میں تِری چوکھٹ پر
میں نہ بیدار جو ہوتی تھی تِری آہٹ پر
تیرے حق کو میں بھلا کیسے ادا کر پاؤں
ماں! دعا کر، کہ تِرے پاس میں جلدی آؤں

وہ گھڑی پاؤں کہ آنکھوں میں بٹھا کر رکھوں
سامنے تیرے اطاعت کی زبانیں کھولوں
اب بھی باقی ہیں مِرے دل میں بہت سی یادیں
تجھ سے ملنے کو کیا کرتی ہوں میں فریادیں

اے خدا! ماں کی اطاعت میں شریعت رکھ دے
ماں کے قدموں میں مرے واسطے جنت رکھ دے
میرے رب! ماں کو مِری زندہ سلامت رکھنا
ذات سے ان کی بہت دور کثافت رکھنا

ماں کا خط بیٹی کے نام

پڑھے احوال تیرے، کیں دعائیں ربِّ عزّت سے
تجھے ہر کوئی دیکھے میری بیٹی بس محبت سے
ہر اک دل میں جگہ تو نے بنائی اپنی عادت سے
لگی رہنا تم اپنے کام میں صبر و قناعت سے
جدائی یہ تری میں نے بمشکل ہی اٹھائی ہے
مِرے اقدام میں پوشیدہ کتنی ہی بھلائی ہے
بہت ناقابلِ برداشت یہ تیری جدائی ہے
تو میرے قلب وجاں میں، میری نس نس میں سمائی ہے
مگر یہ آگ میں نے جان کر دل میں لگائی ہے
کروں کیا اے مِری بیٹی یہی تو ریت آئی ہے
پریشاں تم نہیں ہونا کبھی آفاتِ دنیا سے
نہ گھبرانا مصیبت میں دعا کرنا یہ مولیٰ سے
تم اپنے بھائی بہنوں کے لیے اللہ اکبر سے
ترقی کی دعا کرنا وسیلے اس پیمبر کے
تجھے میں نے معاف اب دل سے بے شک کردیا بیٹی
نہ آئے زندگی میں کوئی ایسا واقعہ بیٹی

وہ دن اب یاد آتے ہیں کہ جب بیمار میں ہوتی
مِرے بستر پہ بیٹھی تم بھی راتیں جاگتی رہتی
مجھے ہاتھوں سے اپنے ناشتہ، کھانا کھلا دیتی
دوائیں تُمّھے ہاتھوں سے مِرے منہ میں پلا دیتی
مِرے سر پہ وہ مالش کا تِرا انداز ازبر ہے
تمہارا حق اے بیٹی آج بھی یہ میرے سر پر ہے
تم اپنے فرض میں ہرگز نہ کوتاہی کبھی کرنا
نمازیں وقت پر پڑھنا خدا سے بس دعا کرنا
تِرے بھائی بہن کرتے ہیں تم کو پیش نذرانہ
تم ان کے واسطے اپنی نمازوں میں دعا کرنا
مِری بیٹی! ابھی بھی تم ہو میرے دل کا اک ٹکڑا
میں تم کو بھول جاؤں تم یہ ہرگز دل میں مت لانا
ہر اک صبح و مسا کی ضد تمہارا حق تھا اے بیٹی!
تِری خوشیوں کا اے بیٹی میں ہر ممکن جتن کرتی
تمہارے دل کی خاطر بھائیوں سے چیز منگواتی
سبھوں کو بعد میں دیتی تمہیں پہلے کھلا دیتی
تمہارا دل کے گلشن میں چہکنا یاد آتا ہے
ابھی بھی تیرا بچپن کا مچلنا یاد آتا ہے
تمہارا رونا سنتی دل سے اس دم کانپ میں جاتی
مشاغل چھوڑ کر فوراً تمہارے پاس آ جاتی

تمہیں بھوکا سمجھ کر اپنی چھاتی پیش کر دیتی
محبت سے پکڑ کر تم کو گودی میں اٹھا لیتی
یہ سب کچھ حق تھا بیٹی! کیا کوئی احسان کرنا تھا
مجھے اللہ کی جانب سے یہ سب کام کرنا تھا
مِری بیٹی! مِری کوتاہیاں تم معاف کردینا
بخیر و عافیت ہر دم رہیں بس یہ دعا کرنا
مِری بیٹی! خدا تجھ کو بچائے ہر مصیبت سے
کنیزِ فاطمہ کے روپ میں رکھے سلامت سے

ماں ہے اک شمعِ محبت

اے مِری ماں! تجھے اک شمعِ محبت کہہ دوں
بحرِ شفقت میں اٹھی موجِ طہارت کہہ دوں
تیری طینت کو میں شہبازِ قناعت کہہ دوں
تیرے انداز کو اندازِ کرامت کہہ دوں
تیرے کردار کو کردارِ شریعت کہہ دوں
تیری گفتار کو معیارِ شرافت کہہ دوں
تیرے احسان کو اللہ کی رحمت کہہ دوں
تیری آہوں کو میں اک وردِ شفاعت کہہ دوں

تیرے ہر کام کو میں پیار کی دولت کہہ دوں
اپنی ہستی کو تِری زندہ کرامت کہہ دوں
تیری ہستی کو میں اللہ کی رحمت کہہ دوں
تیری خدمت کو میں اللہ سے قربت کہہ دوں
تیرے قدموں میں ہے پاکیزہ وہ جنت کہہ دوں
تیری تلقین کو تلقینِ ہدایت کہہ دوں
تیری تنظیف کو اک شانِ نفاست کہہ دوں
تیری تسبیح کو اک بردۂ مدحت کہہ دوں
تیری تہلیل کو مَے خانۂ وحدت کہہ دوں
تیرے کاموں کو میں مولیٰ کی عبادت کہہ دوں
تیری خدمت کو میں جنت کی ضمانت کہہ دوں
تیری ہستی کو میں اک زندہ صداقت کہہ دوں
اے مِری ماں! تجھے اک شمعِ محبت کہہ دوں
بحرِ شفقت میں اٹھی موجِ طہارت کہہ دوں

ماں ہے اک سیپ کا گوہر

اے مِری ماں! تجھے اک سیپ کا گوہر کہہ دوں
تیری آنکھوں کو میں اشکوں کا سمندر کہہ دوں
تیرے ہونٹوں کو دعاؤں کا وہ مصدر کہہ دوں
تیرے بولوں کو میں بس مینا و ساغر کہہ دوں

ماں! تِری آنکھ میں بہتا ہوا دریا دیکھا
تیری پلکوں میں ابلتا ہوا چشمہ دیکھا
تیری مژگاں میں چمکتا ہوا ہالہ دیکھا
تیرے ہونٹوں پہ مہکتا ہوا گجرا دیکھا
تیرے بولوں میں مچلتا ہوا نغمہ دیکھا
جسم میں تیرے دھڑکتا ہوا کعبہ دیکھا

تیرے کردار میں اللہ کی برہان ملی
تیرے اندازِ محبت میں مجھے جان ملی
میرے رونے پہ تِری زلف پریشان ملی
تیری ہر ایک ادا میں مجھے اک شان ملی

تیری ہر ایک ادا آج بھی تابندہ ہے
میرے دل میں تِری ممتا کی ضیا زندہ ہے

تیرے قدموں میں رکھی رب نے ہے جنت اپنی
تیری خدمت میں ہی موجود ہے عزّت اپنی
تیری خدمت کا صلہ اپنا اثر چھوڑ گیا
میری ہستی میں محبت کا گزر چھوڑ گیا
بیش قیمت ہے مجھے سیپ کا گوہر یارو!
یاد ہے ماں کا مجھے وہ رخِ انور یارو!

اے مِری ماں! تِری پاکیزہ محبت کو سلام

اے مِری ماں! تِری چاہت کو مِرے دل کا سلام
تیری پاکیزہ محبت کو مِرے دل کا سلام
تیرے احسان کو ہرگز نہ گنا پائیں گے
تیرے احسان کا بدلہ نہ چکا پائیں گے
تیری عظمت کا پتہ ہم نہ لگا پائیں گے
تیری ہر ایک عنایت کو، محبت کو سلام
اے مِری ماں! تِری چاہت کو مِرے دل کا سلام
تیری پاکیزہ محبت کو مِرے دل کا سلام
تجھ کو قرآن میں اللہ نے بخشا ہے مقام
تیرے قدموں میں ہی ہم پائیں گے رب کا انعام
تیرے رتبے کو تِرے حسنِ عقیدت کو سلام

اے مری ماں! تری چاہت کو مرے دل کا سلام
تیری پاکیزہ محبت کو مرے دل کا سلام

تیری چاہت میں ہے اخلاص کی دولت پنہاں
تیری خدمت میں ہے جنت کی ضمانت پنہاں
تیری ہر ایک ادا میں ہے شرافت پنہاں
دل میں موجود اس اخلاص کی دولت کو سلام

اے مری ماں! تری چاہت کو مرے دل کا سلام
تیری پاکیزہ محبت کو مرے دل کا سلام

تو نے بچپن سے مجھے کس طرح پالا پوسا
دیں کے سانچے میں مجھے تو نے برابر ڈھالا
پیارے سرکار کی الفت کا سبق دل میں رکھا
تیری محنت کو، مشقّت کو، عنایت کو سلام

اے مری ماں! تری چاہت کو مرے دل کا سلام
تیری پاکیزہ محبت کو مرے دل کا سلام

میری خوشیوں کے لیے اپنی خوشی کو چھوڑا
اپنے دل کا مری اس ذات سے رشتہ جوڑا
وقتِ مشکل بھی مرے پاس سے منہ نہ موڑا
پیش کرتا ہوں ترے کام و محنت کو سلام

اے مری ماں! تری چاہت کو مرے دل کا سلام
تیری پاکیزہ محبت کو مرے دل کا سلام

تیرے آنگن میں اچھلنا مجھے اچھا لگتا
گود میں تیری دَبکنا مجھے اچھا لگتا
سامنے تیرے پھدکنا مجھے اچھا لگتا
بھیجتا ہوں تِری پاکیزہ طبیعت کو سلام

اے مِری ماں! تِری چاہت کو مِرے دل کا سلام
تیری پاکیزہ محبت کو مِرے دل کا سلام

میری آنکھوں میں اگر تو نے کبھی کچھ دیکھا
اپنے آنچل سے ٹپکتا ہوا آنسو پونچھا
میں نے اس وقت تِرے دل کو پریشاں دیکھا
تیرے دل کی اسی ممتا کی طہارت کو سلام

اے مِری ماں! تِری چاہت کو مِرے دل کا سلام
تیری پاکیزہ محبت کو مِرے دل کا سلام

زندگی بھر مجھے آنکھوں میں بٹھایا تونے
میری آنکھوں میں وہ کاجل بھی لگایا تونے
میری خوشیوں کے لیے خواب سجایا تونے
تیری اس خواب کی تعبیر کی ندرت کو سلام

اے مِری ماں! تِری چاہت کو مِرے دل کا سلام
تیری پاکیزہ محبت کو مِرے دل کا سلام

یاد آتی ہے ترے چہرے کی نکہت مجھ کو
تیرے آنچل کی نمی اور طہارت مجھ کو
تیری چاہت کی طہارت و صداقت مجھ کو
تیرے آنچل کو تری عمدہ قیادت کو سلام

اے مری ماں! تری چاہت کو مرے دل کا سلام
تیری پاکیزہ محبت کو مرے دل کا سلام

میرے زخموں پہ رکھا تو نے دعا کا مرہم
کتنے برداشت کیے میرے لیے رنج و الم
میرے اللہ کا نازل ہو ترے دل پہ کرم
تیری پاکیزہ دعاؤں کی اجابت کو سلام

اے مری ماں! تری چاہت کو مرے دل کا سلام
تیری پاکیزہ محبت کو مرے دل کا سلام

تو نے دنیا میں مجھے روتا بلکتا چھوڑا
بے قراری نے مرے قلب کو ہے آ گھیرا
غم کی شورش نے مرے حال کو بے حال کیا
بھیجتا ہوں تہِ دل سے تری تربت کو سلام

اے مری ماں! تری چاہت کو مرے دل کا سلام
تیری پاکیزہ محبت کو مرے دل کا سلام

بیٹی کی رخصتی اور ماں کا غم

اے مِری لختِ جگر تجھ کو خدا شاد رکھے
تجھ کو خوش حال رکھے، گھر تِرا آباد رکھے

اپنے ماں باپ کو اب داغِ الم دے کے چلی
دوست، احباب کو فرقت کا علم دے کے چلی
بھائی بہنوں کو جدائی کا وہ غم دے کے چلی
اپنی سسرال میں تو سب کے لیے کام بنے

اے مِری لختِ جگر تجھ کو خدا شاد رکھے
تجھ کو خوش حال رکھے، گھر تِرا آباد رکھے

کتنے ارمان سے میں نے تجھے پالا بیٹی
اپنے سینے سے ہمیشہ ہی لگایا بیٹی
تیرے سر پر رہے ماں باپ کا سایہ بیٹی
تو چلی غیر کے گھر اب میری ممتا لے کے

اے مِری لختِ جگر تجھ کو خدا شاد رکھے
تجھ کو خوش حال رکھے، گھر تِرا آباد رکھے

تیری آنکھوں میں مِرا روپ نظر آتا تھا
تیرا رونا مِرے سینے پہ غضب ڈھاتا تھا
تیرا ہنسنا مِری تکلیف کو لے جاتا تھا
تیری قسمت میں مِری بیٹی مسرت ہی رہے

اے مِری لختِ جگر تجھ کو خدا شاد رکھے
تجھ کو خوش حال رکھے، گھر تِرا آباد رکھے

یہ غمِ ہجر بھلا کیسے سہوں گی تیرا
رخصتی نے تجھے اس گھر سے بہت دور کیا
اب بسانا ہے تجھے اپنے لیے گھر ایک نیا
تیری ڈولی پہ ہیں ہر قسم کے یہ پھول کھلے

اے مِری لختِ جگر تجھ کو خدا شاد رکھے
تجھ کو خوش حال رکھے، گھر تِرا آباد رکھے

دیکھ یہ آنکھ مِری بھیگی ہوئی رہتی ہے
دل میں اک آہ کی پوشیدہ ڈلی رہتی ہے
یاد ہر آن مِرے دل میں بسی رہتی ہے
اپنے شوہر کے لیے خوشیوں کا سامان رہے

اے مِری لختِ جگر تجھ کو خدا شاد رکھے
تجھ کو خوش حال رکھے، گھر تِرا آباد رکھے

الوداع! لختِ جگر، جانِ جگر، سوزِ جگر
ہو مبارک تجھے سسرال کا یہ پیارا سفر
کچھ پریشان نہ ہو آؤں گی میں تیرے نگر
میرا ہر ایک سبق اور دعا ساتھ رہے
اے مِری لختِ جگر تجھ کو خدا شاد رکھے
تجھ کو خوش حال رکھے، گھر تِرا آباد رکھے

آنسوؤں کی مِرے آنچل پہ نمی باقی ہے
کیسے کہہ دوں کہ یہ غم میرے لیے شافی ہے
رخصتی کا یہ بیاں صبر کو ناکافی ہے
میری بیٹی کا چمن ہر گھڑی گلزار رہے
اے مِری لختِ جگر تجھ کو خدا شاد رکھے
تجھ کو خوش حال رکھے، گھر تِرا آباد رکھے

اندازِ محبت کو سلام

اے مِری ماں! تیرے اندازِ محبت کو سلام
تیری شفقت کو، شرافت کو، عنایت کو سلام
تو نے بخشا ہے مجھے جذبہ شِکیب و صبر کا
تیرے اس احسان کی پاکیزہ نکہت کو سلام
علمِ دیں کی راہ میں بھیجا دعا دے کر مجھے
تیرے اخلاصِ دروں اور پاک نیّت کو سلام
دل کے آنگن میں لگایا خدمتِ دیں کا شجر
پھول پھولا، رنگ نکھرا، اس کی نزہت کو سلام
عظمتِ سرکار کا دل میں جلایا دیپ ہے
روغنِ عشق و محبت کی نظافت کو سلام
سنّتِ سرکار پر عامل رہوں میں عمر بھر
اس سبق کو پیش کرتا ہوں محبت کا سلام
دین و دنیا کی ملے عزّت خدا کے فضل سے
تیری اس خواہش کو اور دل کی طہارت کو سلام

عظیم ماں کی یادوں کے تابندہ نقوش

ماں!.......... میری مشفقہ ماں! محسنہ ماں!

مجھے خوش دیکھ کر کھل جانے والی ماں! مجھے پریشان دیکھ کر بجھ جانے والی ماں!

ماں!.........مجھے تمہاری شفقت یاد ہے، تمہارا احسان بھی ذہن میں ہے، تمہارا خوش ہونا بھی فراموش نہ کرسکا، اور تمہارا پریشان ہونا بھی نہیں بھولا۔

ماں!.......... میں یہ سب کیسے بُھلا سکتا ہوں؟ یہ سب کیسے بھلایا جاسکتا ہے؟ یادوں کے نقوش اتنے گہرے ہیں کہ ان کا مٹنا مشکل ہے، کیوں کہ وہ پانی کی سطح پر ابھرنے والے حباب نہیں، بلکہ پتھر کی چھاتی پر جم جانے والے نقوش جیسے ہیں۔

ماں! ....کیا مجھے اس شفقت و عنایت کی باریکیاں معلوم نہیں؟ اس احسان کی اہمیت وضرورت سے میں آگاہ نہیں؟

وہ خوشیاں، وہ مسکان، وہ حوصلہ افزائی، وہ دردمندی، وہ بجھ جانے کا انداز، پریشان ہوجانے کا روپ، کیا یہ چیزیں بھول جانے والی ہیں؟

لیکن ماں!.........مجھے ایک قلق ضرور ہے، بہت ستائے جارہا ہے، اور ایسا لگتا ہے، زندگی بھر اس کا احساس زندہ رہے گا۔

ماں!.........میری پیدائش، پرورش، پرداخت، تعلیم، تربیت کے لیے تم نے کتنی تکلیفیں برداشت کیں، کتنی خوشیاں قربان کیں، کتنا درد سہا، مجھ پر شفقت ورحمت کے کتنے پھول نچھاور کیے۔ رونے کی آواز سنتیں تو تڑپ جایا کرتیں، سسکنا

معلوم پڑتا تو سہم جاتیں، بھوک کا احساس جاگتا تو انتظام میں لگ جاتیں، پیاس کی شدّت محسوس ہوتی تو سینے سے چمٹا لیتیں، مجھے قرار ملتا، سکون نصیب ہوتا، جاڑے کے موسم میں کتنا خیال رکھتیں۔ بدن کا کوئی حصّہ کھلا نہ رہ جائے، سوتے میں ٹھنڈ نہ لگ جائے، ننّھے، ننّھے بے شعور بچے بستر ہی پر پیشاب کر دیا کرتے ہیں، وہ ماں ہی ہوتی ہے جو جگر تھام کر گرم گرم بستر بچے کو دیتی ہے اور خود ٹھنڈے بستر پر سو کر رات گزار دیتی ہے، سوتے میں اپنے بدن ڈھکنے کا خیال کم، بچے کا زیادہ رہتا ہے، کیا ایک ماں کا یہ عظیم احسان بھلایا جا سکتا ہے؟

کہیں کوئی زخم ہوتا، مرہم پٹّی کرنے بیٹھ جاتی، کام کاج ترک کر دیتی، گھر کا کام، کاروبار، کھیت کا کام، بچے کی پرورش کا انتظام، ایک ماں تنہا اتنے سارے کام کر جاتی ہے، کیا ان احسانات کا بدلہ چکایا جا سکتا ہے، اگر چاند و سورج توڑ کر بھی اس ماں کے قدموں پر نچھاور کر دیے جائیں، تب بھی ایک احسان کا بدل نہیں بن سکتے۔ بچہ پیدا ہوتا ہے، لاغر ہوتا ہے، بدن میں چلنے کی سکت نہیں، بولنے کا ڈھنگ نہیں، کھانے کا طریقہ نہیں، پینے کا شعور تک نہیں، بچہ سب کچھ ماں سے سیکھتا ہے، ماں کی گود بچے کی پہلی درس گاہ ہوتی ہے، جہاں چلنے کا طریقہ، بولنے کا ڈھنگ، کھانے پینے کا انداز سکھایا جاتا ہے، بچے کی مالش بھی ماں ہی کرتی ہے، دودھ بھی وہی پلاتی ہے، کتنا جتن کرتی ہے، کتنی محنت کرتی ہے، کتنی شفقت سے پیش آتی ہے، میرے بچے کو کوئی تکلیف نہ ہو، میرا بچہ تندرست رہے، کھائے، پیے، بولے، چلے، آواز بلند کرے، گھر میں چہل پہل رہے۔

ماں! ....اس قلق کا اظہار آج میں ضرور کروں گا، معافی کا خواست گار، عصیاں شعار، گنہ گار کے پاس ایک درد ہے، کسک ہے، احساس ہے، اب شعور

کی آنکھیں کھل چکی ہیں، کیا ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا؟ کیا اب بھی کچھ نہیں لکھا جا سکتا؟

ماں!.......... جب میں بے شعور تھا، بچہ تھا، آ گہی نہیں تھی، احساس نہیں تھا، درد وغم کا اتہ پتہ نہیں تھا، اس وقت کچھ نہیں کر سکتا تھا، کوئی حق ادا نہیں کر سکتا تھا، کوئی انتظام کرنے کے لائق نہ تھا، کوئی خیال نہیں رکھ سکتا تھا۔

ماں!.......... میرے تئیں تمہارے ارمانوں پر غور کرتا ہوں تو آنکھیں چھلک پڑتی ہیں، آنسو برس پڑتے ہیں، دل رونے لگتا ہے، دھڑکنیں تیز ہو جاتی ہیں، احساس جاگ اٹھتا ہے۔

ماں!.......... تمہاری وہ آرزو میں کیسے فراموش کر سکتا ہوں؟ ماں! کتنی اچھی آرزو تھی تمہاری، کتنا بے مثل ارمان تھا تمہارا، تمہاری نیت میں کتنی پاکیزگی تھی، تمہارے احساس میں کتنی ندرت تھی، تمہارے جذبات میں کس قدر طہارت تھی۔

مذہبِ اسلام اس جیسی آرزؤں کا استقبال کرتا ہے، اس جیسے احساس کو اہمیت دیتا ہے، انہیں جذبات کو مرحبا کہتا ہے، تمہارے جذبات واحساسات میں اسلامی رنگ وترنگ موجود تھا، تمہاری نیتوں کی اسلامی جھلکیاں نمایاں تھیں، ان میں فتور نہ تھا، دکھاوا بالکل نہ تھا، خلوص پنہاں تھا، اپنائیت کارفرما تھی، شفقت ومحبت کا عنصر پوشیدہ تھا۔

ایک خوش بخت ماں اپنے لختِ جگر کو، نورِ نظر کو اسلام کی عظمت کے لیے، دین کی شوکت کے لیے خدا کی راہ میں لشکرِ اسلام کے ہمراہ بھیج دیتی ہے، اس ماں کو اپنا دل کتنا مضبوط کرنا ہوتا ہے، جگر تھام کر وہ یہ بھی کر جاتی ہے، نیک نیتی یہی تو ہے، خوش بختی اسی کو کہتے ہیں، وہ بچہ میدانِ جنگ میں جاتا ہے، دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد

کرتا ہے، اسے زخم بھی لگتے ہیں، اس کا جسم بھی چھلنی ہوتا ہے، عضو بھی کٹتے ہیں، لیکن وہ ماں جو بہت دور رہتی ہے، اس کے دل کو معلوم ہو جاتا ہے، اس کی دھڑکنوں کو پتہ لگ جاتا ہے کہ میدانِ جنگ میں میرے بیٹے کو زخم لگا ہے، میرے فرزند کو تکلیف پہنچی ہے، اس وقت وہ ماں نم آنکھوں سے بیٹے کے لیے کامیابی کی دعا کرتی ہے، اس کے آنچل میں آنسوؤں کی تری کافی دیر تک باقی رہتی ہے، ایسی دعائیں بابِ اجابت کو بہت جلد چھوتی ہیں، وہ بچہ اگر شہید کر دیا جاتا ہے تو وہ ایک شہید کی ماں کا درجہ پا لیتی ہے، اور اگر زندہ سلامت واپس آتا ہے تو ایک غازی کی ماں ہونے کا امتیازی شرف اسے مل جاتا ہے۔

یہ درجہ، یہ شرف، یہ رتبہ، یہ مقام کتنا عظیم ہے، کتنا پر وقار ہے، کتنا بڑا ہے، ایک عورت شہید یا غازی کی ماں ہوئی تو دنیا و آخرت کی سعادتیں اس کے قدم چوم لیتی ہیں، عظمتیں اس کا استقبال کرتی ہیں، بلکہ جنتیں ایسی ماؤں کے لیے بے قرار نظر آتی ہیں، اب وہ کوئی عام ماں نہیں رہ گئی ایک جنتی کی ماں بن گئی، اب اس کے سر پر جنتی تاج سجایا جائے گا، جنتی محل دیا جائے گا، امتیازی تمغہ عطا ہوگا، یہ سب کیوں کر ممکن ہوا؟ یہ نیک نیتی کا فیضان ہے، خلوص کا نتیجہ ہے، اسلامی آرزو کا ثمرہ ہے، وہ نیک نیتی، وہ خلوص، وہ آرزو ماں کی تھی۔

ماں!..........وہ ضد بھی مجھے اچھی طرح یاد ہے، جب عید آتی تھی، بہار کا موسم آتا تھا، رمضان ہی سے اس کی تیاری، سامان کی خریداری اور کپڑے سلانے کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا، میں نئے نئے کپڑے سلانے کی ضد تمہیں سے کرتا تھا، ماں! مجھے اچھے کپڑے چاہئیں، میں اب کی عید میں زیادہ پیسے لوں گا، ٹوپی تو نئی ہونی چاہیے، پرانی ٹوپی پہن کر عید گاہ نہیں جاؤں گا، بچے کیا کہیں گے۔

اور یہ بھی یاد ہے کہ جب روزہ رکھنے کے لیے پیسے انعام رکھے جاتے تھے، نئے کپڑے سلانے کا وعدہ کیا جاتا، زیادہ پیسہ ملنے کا لالچ دیا جاتا، بچپن سے ہی مجھے روزہ رکھنے کا شوق پیدا ہو گیا۔ پیسے ملتے اور خوب ملتے، کئی لوگ دیتے، امی کا الگ، ابو کا الگ، بہن بھائیوں کا الگ، نئی نئی چیزیں پکائی جاتیں، افطاری میں اس دن پکوڑیاں ضرور بنتیں، فروٹ کا انتظام کیا جاتا، مٹر، چنے تو لازمی تھے ہی، یہ انتظامات اس روز زیادہ ہوتے، لوگ سمجھاتے، بچے چھوٹے ہوتے ہیں، ان کا روزہ بھی چھوٹا ہوتا ہے، اس لیے دوپہر کو تمہارا روزہ پورا ہو گیا، اب تم کھا پی سکتے ہو، لیکن اس وقت عجب ہی ذوق وشوق تھا کہ شام کو سب کے ساتھ ہی افطاری کرنے بیٹھتے، روزہ کھلنے کا اعلان ہوتا تو چہرہ چمک جاتا، باچھیں کھل جاتیں، روزہ افطار ہوتا اور پھر ابو کے ہمراہ مغرب کی نماز میں بھی دوڑ جاتا، یہ سب کچھ اسی عظیم ماں کی تربیتِ خاص کا اثر تھا۔

ماں!.......... مجھے یہ بھی یاد ہے کہ تمہارے پاس محلّے، پڑوس کی لڑکیاں اور عورتیں تلاوتِ قرآن اور نماز کا طریقہ سیکھنے آتیں، تمہیں دیکھ دیکھ کر نماز کے ارکان ادا کرتیں، تم انہیں قرآن پڑھنا سکھاتیں، اس کے علاوہ بھی بہت سارے ہنر تم سے سیکھے جاتے، سرکہ بنانا تو محلّے کی عورتوں نے تمہیں سے سیکھا، آم کا اچار، مرچ کا اچار بنانے کا ڈھنگ انہیں خوب سکھاتیں، یہ ساری چیزیں ہر وقت، ہر موسم میں گھر میں موجود رہتیں، صاف صفائی کا خاص خیال کرتیں، نمازیں قضا نہیں ہوتیں، کھانا وقت پر تیار ہوتا، چائے وقت پر بنتی۔

ماں!.......... یہ بات بھی ذہن نشیں ہے، جب کوئی مہمان گھر پر آتا، ان کے سامنے سے دوڑ دوڑ کر آنا جانا مجھے بڑا اچھا لگتا تھا، تم نے ان سے سلام کرنے کی

تلقین کی تھی، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا حکم دیا تھا، میں ان سے بچکانا سلام کرتا، بچوں کی زبان میں کتنی مٹھاس ہوتی ہے، تم منع کرتیں، دوڑو نہیں، انہیں تکلیف ہوگی، دوڑا نہیں جاتا، گر جاؤ گے، چوٹ لگ جائے گی۔

صبح صبح باغوں میں جانے کی ڈیوٹی بھی لگادی گئی تھی، اور شام کو اسکول کی چھٹی کے بعد بکریاں چَرانے کی ذمّے داری بھی ہمارے سر تھی، یہ حکم بھی تھا، شوق بھی، کھیل بھی ہوجاتا، کام بھی بن جاتا۔

پرائمری کے پانچ سالہ کورس کا آخری سالانہ امتحان ابھی باقی تھا کہ تمہیں نے مجھے بہنوئی کے ہمراہ فیض آباد جانے کی اجازت دی تھی اور ضروری سامان دے کر بھیج دیا تھا، یہ جدائی تم نے خود مول لی تھی، یہ ۱۹۹۵ء کی بات ہے، خیر چھ سات مہینے وہاں رہنا ہوا، انوارِ شریعت اور فارسی و عربی کی ابتدائی کتابیں وہیں رہ کر پڑھیں، وہ سال پورا ہوا تو شوّال المکرّم میں باقاعدہ اعدادیہ میں داخلہ دلوایا گیا اور میں تمہارے منتخب کردہ میدان میں کامیابی کا پرچم لہرانے کی کوشش میں لگ گیا، یہ ۱۹۹۶ء کی بات ہے۔

ماں!..........وہ میدان تمہارا انتخاب تھا، اس انتخاب پر تمہیں بے پناہ اجرو ثواب ملا ہوگا، یہ انتخاب تمہاری نیک نیتی کی عکّاسی کررہا ہے، یہ علم میں گھر رہ کر حاصل نہیں کرسکتا تھا، تم سے دور رہ کر اس کے حصول وطلب میں لگنا تھا، تم نے اس فرقت کو بھی برداشت کیا، میں بھی پُر جوش وشوق تھا، یہ دوری زیادہ تو نہیں تھی مگر جدائی تو تھی۔

ماں!..........میں تمہارے اس ذوق کو سلام کرتا ہوں، تمہارے اس عظیم اور دور اندیش انتخاب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں، تمہاری اس نیک نیتی کو خوش آمدید کہتا ہوں۔

ماں!............مجھے ایک اچھا انسان بنانے میں تم نے کتنی محنت کی ہے، کتنی تکلیفیں برداشت کی ہیں، صرف اس لیے کہ میرا بیٹا لائق بن جائے، کام کا بن جائے، دین کا کام کرے۔

میں گھر میں رہتا تو نعت پاک پڑھنے کی تلقین کرتیں، اذان کا ڈھنگ سکھاتیں، لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ کا ورد کراتیں، ادب واحترام کا طریقہ بتاتیں، سلام کرنے کو کہتیں، یہ سارے احسانات کیا بھلا دیے جانے کے لائق ہیں، تمہاری خواہش تھی یہ بچہ میرا مولوی بنے گا، مولانا بنے گا، عالم بنے گا، علمِ دین پھیلائے گا، خدمتِ دین کرے گا، یہ تمہارے دل کی آرزو تھی، تمہاری دلی خواہش تھی۔

ماں! ....کیا میں اس احسان کو بھلا دوں، جب ہر سنیچر کو گھر سے میرے لیے کھانے کے سامان بھیجا کرتی تھیں، مہینے دو مہینے میں میں خود گھر آتا تھا، مگر ہر ہفتے کچھ سامان بازار کا، کچھ گھر کا بنا ہوا میرے لیے بھیجتیں، میں بڑی بے صبری سے سنیچر کا انتظار کیا کرتا تھا، آج ضرور گھر سے کوئی نئی چیز آئے گی، کبھی کبھی تم خود مجھ سے ملنے آجایا کرتیں تو بھی کچھ چیزیں ساتھ لاتیں، یہ محبت ہی تو تھی، چاہت ہی تو تھی، اور کیا تھا؟ طبیعت خراب ہونے کی خبر سنتیں تو گھر بُلا لیتیں، تیمارداری کرتیں، اس دیکھ بھال میں کتنا لطف آتا تھا، اس محبت میں کتنی گہرائی تھی، اس نگہداشت میں کتنی اپنائیت تھی، چاہت تھی، کیا دنیا کی کوئی محبت اس محبت کا بدل بن سکتی ہے، کیا اس سے بھی زیادہ اپنائیت کہیں اور مل سکتی ہے؟

ماں!............جب میں مدرسے سے گھر آتا، چھٹّیاں ہوتیں، ان چھٹیوں میں کتنا مزہ آتا تھا، کیا کیا کھانے کو ملتا تھا، جو کسی کو نہ دیا جاتا، وہ چیز میرے لیے تم

بچا کر سنبھال رکھتی تھیں، میری پسند کی چیزیں پکا کر کھلاتیں، مدرسے کے حالات دریافت کرتیں، پڑھائی کے متعلق پوچھتیں، اس بار کون سی نعتِ پاک یاد کر کے آئے ہو، سناؤ، ذرا تقریر کرو، کیا کیا کہتیں، میں ان کی ہر بات مانتا، ہنسی کھیل کرتا، اچھل کود کرتا، خوب کھیلتا، اس وقت بھی نماز کی تلقین ضرور کرتیں، نماز کو جاؤ، ورنہ لوگ کیا کہیں گے، اللہ ناراض ہوگا، کیا یہ ساری باتیں بھلانے والی ہیں؟ کیا ان باتوں کی کوئی اہمیت نہیں؟

ایک سال گزرا، دو سال گزرے، تین سال گزرے، چار سال گزرے، پڑھائی میں خوب محنت کرتا، ماں باپ کی دعائیں ساتھ دیتیں، اساتذہ کی شفقتیں معاون رہتیں، نتیجہ اچھا آتا، سنتیں، خوش ہوتیں، دعا دیتیں، کیا ان دعاؤں میں اثر نہ رہا ہوگا؟ اگر ان پاکیزہ پرخلوص دعاؤں کا اثر میں اپنی ذات کو قرار دوں تو بے جا نہ ہوگا۔

ماں!..........اب وہ بات کیسے سپردِ قرطاس کروں، قلم کانپ رہا ہے، دل بیٹھا جارہا ہے، دھڑکنیں بڑھ رہی ہیں، بدن میں کپکپی طاری ہے، میں اس وقت تنہا ہوں، آنکھوں کی نمی دیکھنے والا کوئی نہیں، قلم چلانے کی کوشش کررہا ہوں، یادوں کا ایک سلسلہ ہے، اس یاد میں بڑا درد ہے، کسک ہے، دکھاوا نہیں، ڈھکوسلا نہیں، بالکل نہیں۔

تعلیم کے چار سال گزر گئے، پڑھائی جاری رہی، اس دوران اس عظیم ماں کو ایک بیماری لگ جاتی ہے، علاج شروع ہوتا ہے، مختلف ڈاکٹروں کو دکھایا جاتا ہے، مشورے لیے جاتے ہیں، دعائیں کرائی جاتی ہیں، مدرسے سے چھٹی لے کر وقتاً فوقتاً میں غم زدہ آنکھیں لیے اس ماں کا دیدار کرنے، خیریت معلوم کرنے، عیادت کرنے آجاتا تھا، آنکھیں چھلکتیں، دل روتا، زبان پر دعائیں ہوتیں، میں ایک احساس لیے واپس ہوتا۔ ۲۰۰۰ء میں، میں جماعتِ رابعہ میں پڑھ رہا تھا، ۲۷ محرم الحرام کو مخدومِ سمناں

علیہ الرحمہ کے عرسِ پاک میں مدرسے ہی سے شرکت کا شرف حاصل کیا، وہاں بھی دعائیں کیں، واپسی میں گھر گیا، رات دو تین گھنٹے گزر چکی تھی، اندھیرا پھیل چکا تھا، شیرینی میرے ساتھ تھی، خیر کسی طرح گھر پہنچا، ماں کو دیکھا، ملاقات کی، بتایا، کہاں سے آیا ہوں، یہ میری ماں سے آخری ملاقات تھی، ماں کو بھی روحانی طور پر اس آخری ملاقات کا علم ہو چکا تھا، سینے سے چمٹا لیا، ماں کی آنکھیں چھلک پڑی تھیں، میں سسک سسک کر رو رہا تھا، ابو نے آ کر دونوں کو الگ کیا، صبح ہی مدرسے چلا آیا، چھٹی نہیں تھی۔

ماں!.......... بے شک تمہیں روحانی توانائی حاصل تھی، ایک نیک بی بی کے اوصاف تمہارے اندر جمع تھے، تم نے اس وقت کتنی تسلّی آمیز باتیں کہی تھیں، میری ڈھارس بندھائی تھی، لاغر ہاتھوں سے میرے گال سہلائے تھے، میرے آنسوؤں سے تمہارے آنچل تر ہو گئے تھے، تمہاری غم زدہ آنکھوں کی نمی اب بھی میری نگاہوں میں محفوظ ہے، کیا ان آنسوؤں کو بھول جاؤں؟ فراموش کر دوں؟ ان یادوں کو بھلا دوں؟ کیا میں ایسا کر سکتا ہوں؟

شش ماہی امتحان کی تیاری زوروں پر تھی، میں اس میں ہمہ تن مصروف تھا، خوب محنت کر رہا تھا، ایک شام مجھے اطلاع دی گئی، تمہارا امی کی طبیعت زیادہ خراب ہے لہٰذا صبح ہی گھر چلے جاؤ، رات جوں توں گزری، صبح سویرے تیار ہو کر گاڑی پکڑنے کے لیے چوراہے گیا تھا کہ گاؤں سے آنے والے ایک شخص نے اسی عظیم، دردمند، مشفق، جنتی ماں کے انتقال کی جاں کاہ خبر سنائی، انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

یہ جاں کاہ، دردناک خبر میرے اوپر بجلی بن کر گری، یہ صدمہ میں نے کس طرح برداشت کیا، میں ہی جانتا ہوں، آنسو تھمنے کا نام نہیں لے رہے تھے، دل سسک

کر بے قابو ہوتا جا رہا تھا، چوراہے سے واپس مجھے مدرسے لایا گیا، مدرسے آیا، ساتھیوں کو معلوم ہوا، مجھے کافی تسلّی دی گئی، دل کی ڈھارس بندھائی گئی، مدرسے سے بذریعہ موٹر سائیکل مجھے میرے گھر لے جایا گیا، غم سے کافی نڈھال ہو چکا تھا، چہرہ بدل گیا تھا۔ میں اپنے گھر پہنچا، جہاں ماں کا نعشہ میرا انتظار کر رہا تھا، میں روتا، بلکتا، سسکیاں لیتا اندر پہنچا، ماں کی چارپائی تک مجھے نہ جانے دیا گیا، ہر کوئی تسلّی دیتا، ابو، بھائی، بہن، رشتے دار، احباب، گاؤں والے سبھوں نے سمجھایا، تسلّی آمیز جملے کہے، دل مضبوط کرنے کو کہا، جو اللہ عَزَّوَجَلَّ کو منظور تھا، وہ ہوا، اب رونے سے کوئی فائدہ نہیں، دعا کرو اللہ تعالیٰ تمہاری ماں کو جنت نصیب فرمائے۔

ماں! ....وہ ساعت بھی مجھے یاد ہے جب میں نے تمہاری چمکتی پیشانی پر کانپتے ہاتھوں سے ’’لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم‘‘ کا نشان بنایا تھا، اس وقت آنسو تھم تو نہیں رہا تھا، مگر ہزار تلقین کی جاتی رہی کہ ایک قطرہ آنسو نہ گرے، گرا، تو ماں کی روح کو تکلیف ہوگی، بمشکل تمام ضبط کیے رہا، بعدِ وفات یہ ماں کا آخری دیدار تھا، وہ چمکتا ہوا چہرہ، وہ درخشندہ پیشانی اب بھی ذہن میں منقّش ہے، لاغر ضرور ہو گیا تھا، لیکن نورانیت میں کمی نہیں آئی تھی، ایسا کیوں نہ ہوتا، اس عظیم ماں نے نعمتِ الٰہیہ کی قدر کی تھی، محبتِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا چراغ اس کے دل میں روشن تھا، اولیائے کرام کی عقیدتوں کا احترام باقی تھا۔

جب کبھی گھر آتا، بے اختیار آنسو چھلک پڑتے، حیرت انگیز تنہائی کا احساس ستاتا، گھر میں اجنبیت محسوس ہوتی، اب کوئی ضرورت ہوتی، کسی سے کہتے ہوئے ڈر لگتا، کسی اور سے کچھ کہنے کا شعور نہیں تھا، اب کس سے کہتا! غم لاحق ہوتا، تنہائی میں

چھپ کر آنسو بہا لیتا، غم ہلکا ہو جاتا، دل کو کچھ قرار مل جاتا۔ اب وہی گھر میرے لیے بالکل اجنبی بن گیا، جہاں اس سے قبل آنے کے لیے تڑپا کرتا تھا، محلّے والے، گاؤں والے خود کہتے ہیں کہ ماں کے انتقال کے بعد ان کو نہ تو گاؤں میں اچھا لگتا ہے، نہ ہی اپنے گھر آنا جانا زیادہ پسند ہے، آنا بہت کم ہو گیا، جب کبھی آنا ہوتا، ایک یاد تازہ ہو جاتی، ماضی کے اوراق تیزی کے ساتھ ذہن کی اسکرین پر نمایاں ہونے لگتے۔ اب چھٹیوں میں دل بالکل نہیں لگتا تھا، حتّیٰ کہ رمضان کی طویل چھٹّیاں بھی باہر گزرنے لگی تھیں، یہ سب اس عظیم مشفقہ ماں سے جدائی کا اثر تھا۔

اب میں محبتیں تلاش کرتا، عنایتیں ڈھونڈا کرتا، شفقتوں کا متلاشی رہتا، شفقت اب کوسوں دور ہو چکی تھی، جو دل کی دنیا میں عجیب کیف پیدا کرتی تھی، وہ رحمت کا برتاؤ ایک بھولی، بسری یاد معلوم پڑتا، وہ عنایتِ مادرانہ اب عنقا ہو چکی تھی، میں اب بھی انتظار میں ہوں، میں اب بھی کچھ تلاش کر رہا ہوں، میں اب بھی اس ماضی کا متلاشی ہوں، کیا میری تلاش مکمل ہو گی؟ کیا میں اپنی منزل پا لوں گا؟

ماں! آج میں اپنے دل کی ساری بات تمہارے حضور پیش کر دوں گا، سارا غم تم سے بیان کر دوں گا، ورنہ کون ہے میری بپتا سننے والا؟ میں کسے اپنی داستان غم سناؤں؟ کون میرا درد دور کرے گا؟ کون میرا غم ہلکا کرے گا؟

ماں! تمہارے جانے کے بعد تو یہ دنیا میرے لیے یک لخت بدل گئی، وہ تمام چہرے جو سامنے رہنے کو تڑپا کرتے تھے اب چھپنے کی کوشش کرنے لگے، میرے سامنے غمِ دوراں کا ایک سمندر تھا، جسے عبور کر کے مجھے منزل تک رسائی حاصل کرنی تھی، ایک لق ودق صحرا تھا جسے پار کر لینا جوئے شیر لانے کے برابر تھا، وہ گھر جہاں

آنے کو بہانے ڈھونڈھتا تھا، وہ آنگن جہاں چہکنا میرا محبوب مشغلہ تھا، وہ گھر، وہ درو دیوار اور وہ آنگن اب بالکل اجنبی معلوم ہونے لگے، ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے مجھے کبھی دیکھا تک نہیں، اب میں ان کا شناسا نہیں رہ گیا۔

ماں! مجھے یہ سارے غم برداشت کر کے اپنی تعلیم جاری رکھنی تھی، ہر درد سہنا تھا، ہر سمندر پار کرنا تھا، ہر دریا عبور کر لینا تھا، صحراؤں کی بادہ پیمائی کرنی تھی، قدم قدم پر رکاوٹیں اور دشواریاں حائل تھیں، بس کوئی تھا تو وہ ابو جان، کوئی سر پر ہاتھ رکھنے والا تھا تو وہی تھے۔ ان کے علاوہ کون تھا، جو یہ کہتا کہ "غم نہ کرو، ہم تو ہیں نا"۔ میں زبانوں اور ہونٹوں کو دیکھا کرتا، کاش کسی زبان سے یہ تسلّی آمیز کلمات نکل جائیں اور میں حوصلہ پا سکوں۔

ماں! اپنی پڑھائی کے سلسلے میں اپنے عظیم و عزیز برادرِ گرامی وقار کی قربانی تو کسی طرح فراموش نہیں کر سکتا، میری چاروں بہنیں بھی حتّی الوسع میرے غم میں شرکت کرتی رہیں، مجھے حوصلہ ملتا، جب بھی ان کے گھر جاتا، خیریت دریافت کرتیں، تسلّی کے الفاظ کہتیں، واپسی میں ضرور میری جیب میں کچھ روپے ڈال دیتیں؛ کہتیں: بابو رکھ لو، پڑھائی میں کام آئیں گے، ضرورت کی چیزیں خرید لینا۔

ماں! اپنی بڑی پھوپھی جان کا احسان بھی میں زندگی بھر بھول نہیں سکتا، اور نہ ہی ان کی بہو کی شفقتیں، مبارکپور میں ہوں یا گورکھپور یا لکھنؤ، جب بھی ان سے ملنے گیا، ایک چہیتے فرزند کی طرح انہوں نے خاطر و مدارات کی، اور برادرِ گرامی مولانا خورشید الاسلام مصباحی صاحب قبلہ کی محبتوں، عنایتوں کو کبھی نہیں بھول سکتا۔ ہر جگہ ہر گام عمدہ رہنمائی کرتے، گراں قدر مشورے دیتے، اور روپئے بھی مجھے پھوپھی کے ہاتھوں ملتے اور خوب ملتے۔

ماں! یہ کتنے اچھے لوگ ہیں، مجھے کتنا سہارا دیا، کتنی تسلّی دی، حوصلہ بڑھایا، میں ہمیشہ انہیں یاد کرتا رہوں گا، زندگی بھران کا احسان مند رہوں گا۔

ماں! مجھے ہر جگہ حوصلہ ملا، عزّت ملی، تسلّی ملی، مگر اپنے گھر میں مجھے جس اجنبیت کا احساس ہوا، وہ احساس اب بھی باقی ہے، اب گھر جاتا ہوں تو صرف ابو جان کے لیے، ان کی دعائیں لینے کی غرض سے۔

ماں! تمہیں معلوم ہے کہ انہوں نے میری تعلیم کے لیے کتنی محنت کی ہے، کتنا جتن کیا ہے، جب مدرسے سے گھر آتا، واپسی میں ابو سے پیسے مانگتا، ہوتے، فوراً دیتے، لیکن کبھی ایسا ہوتا کہ نہ ہونے پر پڑوس سے قرض لے کر مجھے دیتے، اور پھر دو تین ہفتوں میں وہ قرض کسی طرح ادا کرتے، کبھی تو مدرسے جاتے وقت میری آنکھیں چھلک جاتیں، جب کسی طرح روپیوں کا انتظام نہیں ہو پاتا، اور مجھے کبھی اِس بھائی سے، کبھی اُس بھائی سے اس کے لیے کہنا پڑتا اور پھر بھی مایوسی ہاتھ آتی، تو زبان پر آنسوؤں کے ساتھ یہ الفاظ آتے ’’میں پڑھائی کروں گا، چاہے اس کے لیے بھیک مانگنی پڑے۔‘‘ کبھی حافظ جی میری ہر طرح مایوسی و نامرادی کو دیکھ کر اپنا دس بیس کا وہ نوٹ اور دو پانچ کے وہ سکے بھی میری جیب میں لاکر ڈال دیتے جو بڑے جتن سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔

ماں! میں ان کا یہ احسان کبھی نہیں بھول سکتا۔

ماں! دو بار ایسا بھی ہوا کہ مجھے اپنے استاذِ محترم سے اس شرط کے ساتھ پیسے ادھار لینے پڑے کہ جب میری تعلیم مکمل ہو جائے گی تو کما کر ادا کر دوں گا، انہوں نے بخوشی میری درخواست قبول کرلی اور روپے میرے پاس بھیجوا دیے، میں نے ان

روپیوں کو اپنی اہم ضرورتوں میں خرچ کیا اور ممبئی آنے کے بعد ان کے پورے روپے یہاں سے بھجوادیے۔

ماں! میں تم سے ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں، جانتا ہوں کہ اس سے تمہاری روح کو تکلیف پہنچے گی، مگر ماں! میں دل کی بات صرف تم سے کہنا چاہتا ہوں، کسی اور سے نہیں، کسی اور سے کہہ کر کیا کروں گا؟

ماں! ابھی عید کے چند روز بعد دبئی سے بڑے بھائی کا عجیب وغریب فون موصول ہوا تھا، اس میں بڑی حیران کن گفتگو سننے کو ملی، مجھے مرعوب کر دینے کی کوشش کی جارہی تھی، کیا میں نے کسی کا قرض کھایا تھا؟ یا کسی کا حق مارا تھا؟ جو اس طرح مجھ سے گفتگو کی جارہی تھی۔

ماں! گاؤں اور گھر خاندان کا ہر فرد گواہی دے گا کہ میں نے کبھی کسی سے تلخ کلامی نہ کی، کسی کا برا نہیں چاہا، کسی سے کوئی جھگڑا نہ کیا، مجھے اتنا وقت نہیں مل پاتا کہ میں کسی کے بارے میں ایسا ویسا سوچوں، وہ بات ایسی حیرت انگیز اور عجوبہ تھی کہ پوری بات اگر تم سے بیان کردوں تو تمہاری روح تڑپ جائے گی، میں تمہاری روح کو تڑپانا نہیں چاہتا، لیکن اس بات کا غم کیسے ہلکا ہوگا، کہوں گا کس سے؟ کون سنے گا میری داستانِ غم؟

ماں! جب کبھی ممبئی سے گھر جاتا ہوں، ابو سے ملاقات ہوتی ہے، ہاتھوں کو چومتا ہوں، پاؤں کو بوسے دیتا ہوں، اور واپسی میں لپٹ کر رونے لگتا ہوں، سینے سے چمٹ جاتا ہوں، ابو بھی رونے لگتے ہیں اور نم آنکھوں سے مجھے دعا دے کر الوداع کہتے ہیں۔

ماں !اب کبھی تمہاری یاد میں آنکھیں اشکباری پر مجبور ہو جاتی ہیں تو میری بیوی ان آنسوؤں کو اپنے آنچل سے صاف کرتی ہے،اور صبر کی تلقین کرتی ہے۔

ماں ! اتنا غم سہہ کر بھی کبھی بزدلی کا شکار نہیں ہوا، نہ ہی احساس کمتری میں مبتلا رہا، یہ سب تمہاری دعاؤں کا اثر ہے، تمہاری تربیت کا فیضان ہے، تمہاری آغوشِ محبت کی کرم نوازیاں ہیں۔ ماں !غم کے گھونٹ پیتا ہوں، مگر ہمّت نہیں ہارتا، مصیبتوں کو گلے لگا لیتا ہوں، مگر پیچھے نہیں ہٹتا۔

ماں! مجھے کافی صبر کرنا پڑ رہا ہے، لیکن کر رہا ہوں، آگے بڑھ رہا ہوں، میں وہ کام کر رہا ہوں جو تمہاری روح کو سکون دے گا، اللہ تمہاری قبر پر رحمت وغفران کی برکھا برسائے۔ ماں! یہ میری زندگی ایک ایسا باب ہے جو سب سے پہلے تمہارے سامنے کھلنے کی کوشش کر رہا ہے۔

ماں !ایک بدلاؤ میری زندگی میں اور آیا، اب میرے سامنے محبت نچھاور کرنے والوں کا ایک سلسلہ ہے، جو لوگ دشوار گزار لمحات میں ملنے سے کترایا کرتے تھے، اب خوب خوب ملتے ہیں، اور محبتوں بھرا پیغام بھیجتے ہیں، جب حوصلوں کی ضرورت تھی، شفقت کی ضرورت تھی، یہ رویّہ ناپید تھا، مگر اب رویّہ بدل گیا، انداز تبدیل ہو گیا، اب تسلّی آمیز آوازیں کافی سنائی دیتی ہیں۔

میں نے پڑھائی جاری رکھی، حوصلے کو توانا رکھا، عزم کو محکم بنائے رکھا، پائے ثبات میں اللہ عزوجل کے فضل وکرم سے کوئی لغزش نہ پیدا ہوئی، پیش قدمی میں کوئی فرق نہ پڑا، اگرچہ اب راہیں خطرات سے بھر گئی تھیں، قدم قدم پر احساسِ کمتری کا عفریت اپنا شکنجہ کسنے کی بھرپور کوشش کرتا، مگر کامیاب نہ ہوتا، طلبِ علم کے جو زمانے

گزرے وہ بڑے آزمائشی ثابت ہوئے؛ ۲۰۰۱ء میں جماعتِ خامسہ میں عربی یونیورسٹی اشرفیہ میں داخلہ لیا، خوب محنت کی، اچھا پڑھا، جی لگا کر پڑھا، اچھے نمبرات سے پاس ہوا، ۲۰۰۴ء میں فضیلت کی دستار بندی ہوئی، لیکن آہ! ماں! تم نے دستار بندی کا ایک خواب دل میں بسایا تھا، ایک منظر دل میں محفوظ رکھا تھا، افسوس، تم اپنی آنکھوں سے اپنے لختِ جگر کو پہلی بار دولہا بنا نہ دیکھ سکیں، کتنے ارمان تم نے سجائے تھے، کتنے خواب دیکھے تھے، تعلیم کا سلسلہ پھر شروع ہوا، ۲۰۰۶ء میں تحقیق فی الفقہ کا دو سالہ کورس بھی مکمل ہوگیا، ایک بار پھر تمہارے فرزند کو دولہے کی طرح سجایا گیا، علم وتحقیق کا تاج سر پہ رکھا گیا، سندِ فقہ تفویض کی گئی، وہ خوش نما منظر بھی تم نے نہ دیکھا، اس وقت بھی مجھے تمہاری کتنی یاد آئی تھی، آنکھیں اشک بار ہوئی تھیں، دل رویا تھا۔

ماں! جو خواب برسوں قبل تم نے دیکھا تھا میں نے اسے شرمندۂ تعبیر کرنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔

ماں! میں اس وقت ممبئی میں قیام پذیر ہوں، تدریس، تقریر، تصنیف، تبلیغ میں ہمہ تن لگا ہوا ہوں۔

ماں! یادوں کے چراغ اب پھر جلنا شروع ہوگئے، تمہاری تمنّائیں اب دوبارہ یاد آنے لگیں۔

ماں! کیا ان چراغوں کو بجھا دیا جائے، ان کا رنگ وروغن ختم کردیا جائے؟ میں ایسا کیسے کرسکتا ہوں۔

ماں! تمہاری آرزو تھی، بڑی پیاری آرزو تھی، بڑی عظیم آرزو تھی، یہ آرزو ایک نیک ماں ہی کیا کرتی ہے، تمہارے دل کی تمنّا تھی، میں مولوی بن جاؤں، عالم

بن جاؤں، اس کے لیے تم نے میری جدائی برداشت کی تھی، محبتوں کو قربان کیا تھا، میرے لیے ایک میدان چنا تھا، جس میدان میں مجھے بھیجا تھا، وہ بھی میدانِ جنگ جیسا ہی ہے، میرے لیے جو راہ چنی تھی، حضور ﷺ نے اس راہ کے متعلق ارشاد فرمایا:

''طلب علم کے لیے نکلنے والا راہِ خدا میں نکلنے والا ہے، طالبِ علم کے لیے ملائکہ اپنے نوری پروں کو بچھا دیا کرتے ہیں، طلبِ علم کی راہ میں انتقال کرنے والا شہادت کا رتبہ پالیتا ہے۔''

اس مقام پر آ کر تمہاری نیک نیتی مزید پختہ ہو جاتی، تمہارے خلوص کی پنہائیاں نمایاں ہو جاتی ہیں، یہاں آ کر تمہارے دینی درد کو خوب خوب سلام پیش کرنے کو جی چاہتا ہے، ماں! تمہارا دینی جذبہ بڑا پیارا تھا، تمہاری ملی تڑپ بڑی انوکھی تھی، تمہارا اخلاص بڑا گہرا تھا، اللہ عزوجل تمہیں اس کا بہترین صلہ ضرور دے گا، ماں! تمہیں محرومی ہاتھ نہ آئے گی، تم عظیم ہو ماں! بہت عظیم، بہت عظیم!!

ماں! میں نے تمہارے ارمانوں کا خیال رکھنے کی بھرپور کوشش کی ہے، تمہاری آرزوؤں کی تکمیل کے لیے محنت کی ہے۔

ماں! مجھے غم واندوہ نے آ گھیرا ہے، تمہاری جدائی کا غم تو ہے ہی، ایک بہت بڑا قلق یہ ہے کہ میں تمہارے احسانات کا کوئی بدلہ نہ چکا سکا، تمہاری کوئی خدمت نہ کر سکا، باشعور ہو کر تمہارے قدموں کو بوسہ نہ دے سکا، تمہارا کوئی حق ادا نہ کر سکا، تمہیں سکون کی دولت سے مالا مال نہ کر سکا، اب دل میں خواہش ابھرتی ہے، ایک احساس پیدا ہو جاتا ہے، ایک شوق جنم لیتا ہے، ایک جذبہ پیدا ہوتا ہے، ایک یاد چہل قدمی کرتی ہے، ایک درد اٹھتا ہے، ایک غم گھیرا بنائے رہتا ہے، اب ایک ایک کر کے

ماضی کی یادیں ذہن وفکر پرا بھرتی ہیں، اپنے وجود کا احساس دلاتی ہیں، ایک ہنگامہ سا مچ جاتا ہے، ایک طوفان اٹھ کھڑا ہوتا ہے، دل بہت مضبوط کرتا ہوں، مگر آنکھیں نم ہو ہی جاتی ہیں، وہ احساس اب بھی زندہ ہے، وہ جذبہ اب بھی بیدار ہے، وہ یاد اب بھی جواں ہے، وہ قلق اب بھی شباب پر ہے۔ میں کیا کروں؟ ماں! میں کیا کروں؟

ماں! ....اس غم زدہ، معافی کے طلب گار، گنہ گار، خطا کار فرزند کو معاف کر دینا، اس کی غلطی کو درگزر کر دینا۔ ماں! تمہاری روح ایسا ہی کرے گی، مجھے یقین ہے، ایسا ہی ہوگا۔

ماں! ......شادی کے بعد تمہاری قبر پر فاتحہ خوانی کے لیے حاضر ہوا، اس حاضری میں بڑی اپنائیت تھی، دور کھڑا ہوا، فاتحہ پڑھی، دعا کی، دل نے چاہا، کئی بار چاہا، دل میں ایک چاہت ابھری، کئی بار ابھری کہ تمہاری قبر کی تھوڑی سی مٹی ہاتھوں میں اٹھالوں، ساتھ میں لے آؤں، دل میں رکھو، مگر ہمّت نہ ہوسکی، دل نے گوارا نہ کیا، اس مٹّی کو کیسے سنبھال پاؤں گا، جب بھی نگاہ پڑے گی، ایک یاد تازہ ہو جائے گی، درد نیا ہو جائے گا، زخم ہرا ہو جائے گا، آنکھیں نم ہو جائیں گی، دل رونے لگے گا، اس لیے ہمّت نہ ہوسکی، ہاتھ نہ اٹھ سکے، قدم آگے نہ بڑھ سکے۔

اخیر میں یہ گنہ گار، عصیاں شعار بندہ اپنی اسی عظیم ماں کے لیے اپنے رب کے حضور دست بہ دعا ہے کہ

ابرِ رحمت ان کی مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شانِ کریمی ناز برداری کرے

(توفیق احسنؔ)


صدرُالافاضل
علامہ سید نعیم الدین مُرادآبادی
انجمن ضیاءِ طیبہ
ترقی و مُستقبل
اتفاق
بقاء
پردہ
ناٹک اور سینما
انجمن ضیاءِ طیبہ
تربیتِ اولاد میں
ماں کا کردار